منارۂ نور

دینی مذہبی و ثقافتی ایڈیشن

منصف

minarenoor@munsifdaily.in
minarenoor@yahoo.com

جمعہ 18 اکتوبر 2024ء
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ

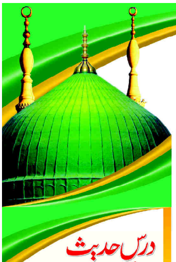

درسِ قرآن

اسوۂ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (سورۃ احزاب:۲۱)

''البتہ یقیناً تمہارے لیے، اللہ کے رسولؐ میں، بہترین نمونہ زندگی ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے، اور یوم آخرت سے توقعات رکھتا ہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے''۔

یعنی اے مسلمانو! اور منافقو! تم سب کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اندر بہترین نمونہ ہے، پس تم جہاد میں اور صبر و ثبات میں اسی کی پیروی کرو۔ ہمارے یہ پیغمبرؐ جہاد میں بھوکے رہے حتیٰ کہ انہیں پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے، ان کا چہرہ زخمی ہوگیا، ان کا رباعی شہید ہوگیا، خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی اور تقریباً ایک مہینہ دشمن کے سامنے سینہ سپر رہے۔ یہ آیت اگرچہ جنگ احزاب کے ضمن میں نازل ہوئی ہے جس میں جنگ کے موقع پر بطور خاص رسول اللہ ﷺ کو اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنے اور اس کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی اقتدا ضروری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے، یا سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔ ''وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا''۔ (الحشر:۷) اور ''إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ'' (آل عمران:۳۱) کا مفاد بھی یہی ہے۔

''ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے، اور یوم آخرت سے توقعات رکھتا ہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے''۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اسوۂ رسول ﷺ کو وہی اپنائے گا جو آخرت میں اللہ کی ملاقات پر یقین رکھتا اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ آج مسلمان بھی بالعموم ان دونوں وصفوں سے محروم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت چونکہ اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ اور خود اللہ ہی کے حکم کے تحت ہے۔ اس لئے آدمی اطاعت سے منہ موڑتے ہی چاہے وہ کافر نہ ہوتا ہو لیکن اطاعت سے منہ موڑنا بہرحال ہے کافرانہ حرکت اور باغیانہ عمل۔ اطاعت مومنانہ عمل ہے اور اطاعت سے منہ موڑنا کافرانہ عمل ہے۔

☆☆☆

حبِ نبویؐ کے تقاضے

اُمت پر رسول اللہ ﷺ کا ایک اہم حق آپ ﷺ سے محبت ہے، ایسی محبت جو تمام محبتوں سے فائق ہو، جو مؤمن کے رگ وریشہ میں سمائی ہوئی ہو، خدا کے بعد اس درجہ کی محبت میں کوئی اور شریک نہ ہو، ایسی محبت جو اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہو، جس میں وارفتگی، جاں نثاری، فدائیت اور خود سپردگی ہو، جس محبت کا سایہ محبوب کے تمام متعلقین تک وسیع ہو؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا، جب تک اس کے دل میں میری محبت اپنی ذات سے، اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر نہ ہوجائے'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۵) صحابہؓ نے واقعی حضور ﷺ سے ایسی ہی محبت کرکے دکھائی، جو صرف زبان سے حضور ﷺ پر اپنی جان واولاد کو قربان کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے تھے، بلکہ عمل سے اس کا ثبوت بھی فراہم کرتے تھے اور اپنی جان اور اولاد کو حضور ﷺ پر اس خوشی سے نچھاور کرتے تھے کہ گویا ان کی جان کی قیمت وصول ہوگئی۔

حضرت خبیبؓ اہل مکہ کے ہاتھ آگئے، بعض لوگوں نے -- جن کے مورثِ اعلیٰ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ مارے گئے تھے -- قصاص وانتقام کے طور پر انھیں خرید لیا، پھر مکہ سے باہر ایک انبوہ کے ساتھ انھیں لے جایا گیا اور اذیت پہنچا پہنچا کر سولی پر چڑھایا گیا، عین اس وقت جب آزمائش کا یہ پہاڑ اس مردِ مومن کے اوپر ڈھایا جارہا تھا، پوچھا گیا: کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ آج تمہاری جگہ ''محمد'' (ﷺ) ہوتے اور تم اس مصیبت سے بچ جاتے؟ حالاں کہ ایسی مصیبت کے وقت میں دل کے اطمینان کے ساتھ زبان سے کلمۂ کفر ادا کرلینے کی بھی اجازت ہے؛ (الموسوعۃ الفقہیہ: ۶/۱۰۷، مادہ اکراہ) لیکن حضرت خبیبؓ کے جذبۂ محبت پر قربان جایئے کہ اس وقت بھی فرماتے ہیں: ''خدائے عظیم کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس تکلیف سے بچ جاؤں اور میرے آقا کے قدم مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھے''۔ (البدایہ والنہایہ: ۴/۶۶)

حضرت زید بن دثنہؓ ابوسفیان کی گرفت میں ہیں، (جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) زیدؓ کے قتل کی تیاری ہورہی ہے اور سر قلم کئے جانے کو چند لمحہ رہ گیا ہے، اتنے میں ابوسفیان نے استفسار کیا: اے زیدؓ! میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اس وقت تمہارے بجائے محمد (ﷺ) یہاں ہوتے ہم ان کا سر کاٹ لئے ہوتے اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے؟ حضرت زیدؓ نے عین تلوار کی چھاؤں میں فرمایا: ''مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ اِس وقت میں اِس تکلیف سے بچ کر اپنے گھر میں رہوں اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے ایک کانٹا بھی چبھ جائے''۔ (البدایہ والنہایہ: ۴/۲۶۵)

غزوۂ بدر کے موقع سے حضرت ابوبکرؓ کے مقابلہ میں خود ان کے صاحبزادے آگئے، جو ابھی کفر کی حالت میں تھے، وقت گذرا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی، پھر صاحبزادے نے عرض کیا: ابا جان! غزوۂ بدر میں ایک وقت ایسا آیا کہ آپ میرے نرغہ میں آگئے تھے، لیکن باپ کی محبت غالب آگئی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ''لیکن اسلام وکفر کی اس جنگ میں اگر تم میرے نرغہ میں آگئے ہوتے تو میں تمہیں معاف نہیں کرتا''۔ (دیکھئے: الاستیعاب، ذکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر ۳)

عبداللہ بن ابی خود منافق تھا، ان کے لڑکے حضرت عبداللہؓ مخلص مسلمان تھے، ان پر اپنے والد کا منافق ہونا بھی ظاہر تھا، مدینہ میں افواہ تھی کہ حضور ﷺ ان کے نفاق کی وجہ سے ان کے قتل کا حکم دینے والے ہیں، جب حضرت عبداللہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: سنا ہے کہ آپ ﷺ میرے والد کے قتل کا حکم دینے والے ہیں، اگر آپ ﷺ کا یہ منشاء ہو تو میں خود اپنے والد کا سر قلم کرکے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، آپ نے منع فرمادیا۔ (الروض الانف: ۷/۲۳) گویا حضور ﷺ کی محبت اولاد اور والدین کی محبت پر غالب تھی۔

حضور ﷺ کی محبت کے تقاضہ میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ ﷺ کے تمام متعلقین سے محبت ہو، آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت ہو، صحابہ کرامؓ سے محبت ہو، یہ محبت کا فطری تقاضہ ہے، کہ جو چیز عزیز ہوتی ہے، اس سے تعلق رکھنے والی ساری ہی چیزیں انسان کو عزیز ہوتی ہیں، اس لئے سلف صالحین اہل بیت سے بھی محبت رکھتے تھے اور صحابہؓ سے بھی، اہل بیت سے محبت نہ ہو اور ان کی توقیر و احترام کا جذبہ نہ ہو تو یہ حضور ﷺ کی کماحقہ محبت سے محرومی ہے؛ کیوں کہ اہل بیت کی محبت اس نسبت کی وجہ سے ہے جو انھیں حضور ﷺ سے حاصل ہے، اور ان کی محبت سے محروم ہونا اس نسبت کی ناقدری ہے، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بارے میں فرمایا: جس کی ان حضرات سے لڑائی ہو، میری اس سے لڑائی ہے اور جس کی ان حضرات سے صلح ہو میری ان سے صلح ہے: ''أنا حرب لمن حاربهم وسلم سالمهم'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۴۹۶۵) سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی محبت اور ان سے بغض کو آپ نے ایمان اور کفر کے لئے معیار بنایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت علیؓ سے اسی کو محبت ہوگی جس کے اندر ایمان ہوگا، اور حضرت علیؓ سے اسی کو بغض ہوگا جس میں نفاق ہوگا: ''لا يحب علياً إلا مؤمن ولا يبغضه إلا منافق''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۸۸۶)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ آپ ﷺ کے وہ رفقاء ہیں، جنھوں نے آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان ومال کی قربانی دی ہے، جن کو براہِ راست صحبتِ نبوی ﷺ سے فیض اُٹھانے کا موقع ملا ہے، جو بلا واسطہ آپ ﷺ کے پرداختہ اور تربیت یافتہ ہیں، ان سے بغض رکھنا یا ان کی تنقیص کرنا دراصل بالواسطہ آپ ﷺ کی تربیت پر حرف گیری کرنا ہے، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو ان کے ایک مُد یا نصف مُد خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہوگا: ''فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه'' (بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۳) ''مُد'' ایک پیمانہ ہے، جس میں بہت کم مقدار آتی ہے، اسی لئے اہل سنت و الجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہؓ قابل احترام اور قابل محبت ہیں اور یہ سب کے سب مسلمانوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں، بدقسمتی سے اِدھر کچھ عرصہ سے برصغیر میں بعض ایسی تحریریں منظر عام پر آئیں، جن میں اہل بیت یا دوسرے صحابہؓ کے بارے میں بے توقیری اور بغض وکدورت کا رویہ اختیار کیا گیا، ایسی باتوں کو قبول کرنا آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم وتوقیر کے مغائر ہے۔

حضور ﷺ کے متعلقین میں آپ ﷺ کی اُمت بھی شامل ہے؛ کیوں کہ حضور ﷺ کی نسبت نے اس اُمت کو ایک عالم گیر اور آفاقی خاندان بنادیا ہے، جیسے انسان کو باپ دادا کے رشتہ سے وجود میں آنے والے خاندان سے محبت ہوتی ہے، وہ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور معاون و مددگار ہوتا ہے اور دشمنوں کے مقابلہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہوجاتا ہے، اسی طرح پوری اُمت ایک خاندان کا درجہ رکھتی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے باپ کے درجہ میں ہوں (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۱۳) اور جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔ (الحجرات: ۱۰)

افسوس کہ اُمت کے ایک وسیع خاندان ہونے کا تصور ہمارے ذہنوں سے نکل گیا اور مسلکوں، تنظیموں، جماعتوں، درسگاہوں، خانقاہی نسبتوں، علاقوں، زبانوں، پیشوں اور برادریوں کے دائرہ میں ہماری محبت سکڑ کر رہ گئی ہے، ہم نے اس حقیقت کو بھلا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کے ایک ایک فرد سے محبت فرماتے تھے، نہ عرب وعجم کی تفریق تھی، نہ کالے گورے کی تمیز، نہ مہاجرین وانصار کی تفریق، نہ دولت مندوں اور غریبوں میں امتیاز، یہاں تک کہ اُمت کے کسی فرد سے گناہ کا ارتکاب ہوتا تو آپ ﷺ کو گناہ سے نفرت ضرور ہوتی؛ لیکن آپ ﷺ کا سینۂ مبارک اس گناہ گار اُمتی کی محبت سے بھی معمور ہوتا، اگر اس کے بارے میں کوئی شخص ناروا فقرہ کہہ دیتا تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوتے، کاش! مسلمان اس حقیقت پر توجہ دیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ایک اُمت بنایا تھا؛ لیکن آج ہم نے اپنے درمیان فرقہ واریت اور گروہ بندی کی اتنی اونچی دیوار کھینچ لی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے سے بھی قاصر ہیں، حضور ﷺ سے محبت کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہے کہ ہمیں اس پوری اُمت سے بھی محبت ہو، جس اُمت کی تشکیل آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔

بہرحال نبی سے اُمت کا تعلق محض قانونی اطاعت اور آئینی احترام کا نہیں ہے؛ بلکہ ضروری ہے کہ اس کے پیچھے بے پناہ محبت کارفرما ہو، ایسی محبت کہ انسان لٹ کر محسوس کرے کہ اس نے پایا ہے، ایسی محبت کہ انسان کھو کر سمجھے کہ اس نے حاصل کیا ہے، ایسی محبت جس میں کانٹوں کا بستر پھولوں کی سیج کا لطف دے اور شعلۂ آتش کے فرش میں بھی انسان شبنم کی خنکی محسوس کرے، جنون کو چھوتی ہوئی محبت اور فداکاری کے جذبہ سے معمور اتھاہ چاہت، یہی محبت آپ ﷺ سے حضرات صحابہؓ کی تھی۔

یہ حب نبوی ﷺ ایمان کی حفاظت کا بہت بڑا اثاثہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان کتنا بھی گیا گذرا ہو، بے نمازی ہو، فرائض سے غافل ہو، شراب و کباب جیسی بری عادتوں میں مبتلا ہو، دین سے نابلد اور احکام شریعت سے ناواقف ہو؛ لیکن اس کے سینے میں حب نبوی کی چنگاری ضرور موجود ہوتی ہے، جو وقت پڑنے پر شعلۂ آتش بلکہ آتش فشاں بن جاتی ہے، اس جذبۂ محبت کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے؛ بلکہ اس کی لو کو اور بڑھانا اور تیز کرنا چاہئے اور ہمیں اپنے آباء واجداد سے حاصل ہونے والی اس امانت کو اگلی نسلوں تک پہنچانا چاہئے، یہ محبت اسی وقت پروان چڑھے گی، جب رسول اللہ ﷺ کی پہچان ان میں پیدا ہو اور یہ پہچان کیوں کر پیدا ہوگی اگر وہ سیرت نبوی سے آگاہ نہ ہوں؟ مقام افسوس ہے کہ ہمارے بچے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بنیادی باتوں سے بھی واقف نہیں ہیں، انھیں صحیح طور پر آپ کا اور آپ کے قریبی متعلقین کا نام تک معلوم نہیں، کیا اپنے بچوں کو سیرت محمدی سے واقف کرانے میں بھی ہمارے لئے کوئی رکاوٹ ہے؟ -حق محبت کا ایک ادنیٰ حصہ بھی اسی وقت ادا ہوگا جب ہم محبت کی اس امانت کو اپنی نسلوں تک پہنچائیں گے۔

☆☆☆

درسِ حدیث

بد دیانت امیر

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئاً فَغَشَّھُمْ ھُوَفِی النَّارِ۔ (المعجم الصغیر للطبرانی) حضرت انس ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا پھر اس نے ان کے ساتھ خیانت کی تو وہ جہنمی ہوگا''۔

''مسلمانوں کے معاملہ کا ذمہ دار بنا'' یعنی کسی جائیداد یا وقف کا متولی بنایا گیا۔ تعلیمی یا تجارتی یا تربیتی ادارے کا ناظم بنایا گیا، یا کسی انجمن اور تنظیم کا سربراہ بنایا گیا اور پھر اس نے مسلمانوں کے ساتھ دھوکے سے اس کام کا رخ کسی دوسری طرف پھیر دیا، تنظیم کی جائیداد اور مالیات کا تحفظ نہیں کیا، یا اس کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کیا، یا اس میں غبن کیا، یا ادارے کے مخالفوں سے مل کر ادارے کو کسی آفت میں مبتلا کردیا، تو ایسے ذمہ دار کو یہ بات سامنے رکھنا چاہیے کہ کل اسے اللہ کے حضور میں چار و ناچار پہنچنا ہے۔ اور خدا کے سچے رسول ﷺ نے ایسے دھوکہ باز سربراہ کو آتشِ جہنم کی وعید سنائی ہے۔

آمریت اقتدار کی بدترین شکل ہے جو اللہ تعالیٰ کسی قوم پر سرزنش کے طور پر مسلط کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے کا تو بنیادی وصف ہی یہ ہے کہ ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ ''اور وہ اپنے معاملات باہمی مشورے سے چلاتے ہیں''۔

یہ باہمی مشورہ اجتماعی معاملات میں ہر سطح پر ناگزیر ہے جو معاملات جتنے افراد سے متعلق ہوں، ان میں سب کی رائے لینا ایک فطری تقاضا پورا کرنا ہے۔ اپنے معاملے اور مفاد سے ہر ایک کو قدرتی اور ذاتی دلچسپی ہوتی ہے اور وہ اپنی ذاتی دلچسپی کی خاطر اپنے مفاد کے لیے برابر فکر مند بھی رہتا ہے اور نئی راہیں بھی سوچتا ہے۔ ایک فرد نہ سب کے مفاد کو پیش نظر رکھ سکتا ہے اور نہ ذاتی اغراض سے بلند ہونے کا اس کے بارے میں مستقل اطمینان کیا جاسکتا ہے، اور نہ ایک فرد میں ایسی صلاحیت ہوسکتی ہے کہ وہ بیک وقت ہر ہر پہلو پر وسعت کے ساتھ نگاہ رکھ سکے، اور جانبداری یا کبر و نخوت جیسے ناپاک جذبات سے خود کو پاک رکھ سکے۔ اور ان گھٹیا جذبات سے سماج میں جو فساد پھیل سکتا ہے، وہ بھی نگاہ میں رہے تو کبھی کوئی خدا ترس نہ آمریت کے مسلط ہونے پر راضی ہوسکتا ہے اور نہ آمریت جیسی لعنت کو پسند اور گوارا کرسکتا ہے۔

☆☆☆

تذکرہ محدث دکن حضرت سیدنا عبداللہ شاہ قبلہؒ

مولانا حافظ وقاری سید صغیر احمد نقشبندی مجددی قادری
(شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ)

شہر حیدرآباد دکن ابتداء ہی سے اولیاء علماء مشائخ کرام کا مرکز رہا اور شروع ہی سے ان اولیاء عظام کا علمی روحانی عرفانی فیض ہندو بیرون ہند جاری ہے۔ ان ہی باکمال ہستیوں میں سے چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم ہستی صاحبِ دل، پیر طریقت رہبر شریعت، ولی کامل صوفی باصفا محدث دکن حضرت العلامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے، لاکھوں سالکانِ طریقت اس ہمہ جہت شخصیت کے دامن سے وابستہ ہوکر فیض یاب ہوئے ان شاء اللہ صبح قیامت تک آپ کے اس علمی وروحانی فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ آپ نے عوام الناس کے درمیان رہ کر اپنی عملی زندگی سے بے عمل وگمراہ لوگوں کی علمی وروحانی تربیت فرمائی۔

یہ بات حق ہے کہ اہل سنت والجماعت کے پاس چار مسالک حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی برحق ہیں۔ لیکن دنیا میں فقہ حنفی کے متبعین زیادہ ہیں، علماءِ احناف نے اپنے اپنے زمانہ میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کے لئے بہت کام کیا، ان میں ایک چودھویں صدی ھجری کے ایک مردِ حق صوفی باصفا محدثِ عظیم مفسر کبیر شریعت وطریقت کے امام سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دورِ حاضر میں غیر مقلدین شدت کے ساتھ عوام الناس میں یہ بات عام کرنے کی مذموم کوشش کررہے ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد قیاس پر ہے، احناف قرآن مجید واحادیث شریفہ پر عمل نہیں کرتے اور یہ حضرات نماز کے چند مسائل جیسے رفع یدین، تکبیر کے وقت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانا، سینے پر ہاتھ باندھنا، تشہد میں انگلی کو بار بار حرکت دینا، آمین بالجہر وغیرہ ان مذکورہ مسائل کے متعلق احادیث مبارکہ پیش کرتے ہوئے نوجوان نسل کے سامنے مسلک احناف کو غلط ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دین اسلام کا انحصار انہیں مسائل پر ہے۔ ان حضرات کی یہ فکر جہالت پر مبنی اور بے بنیاد و باطل ہے۔ ان شاء اللہ یہاں محدث دکن کی تحریر شدہ مایہ ناز تصنیف زجاجۃ المصابیح سے چند احادیث ذکر کیے جائیں گے تاکہ بے بنیاد اشکال دور ہوجائیں۔

محدث دکنؒ فرماتے ہیں: ''میرے دل میں ہمیشہ یہ بات آتی کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں وہ احادیث جمع کی جائیں جن سے فقہاءِ احناف استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت میرے حق میں اس طرح عطاء فرمائی کہ الحمدللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا جس نیک کام کا ارادہ کئے ہو اس کا آغاز کرو۔ بفضل الٰہی زجاجۃ المصابیح کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا۔'' حضرت محدث دکن نے وہ کام کیا جو بارہ سو سال سے کوئی حنفی عالم نے نہیں کیا، اس کتاب میں فقہ حنفی کے موافق احادیث شریفہ جمع کی گئیں۔ چند عوام الناس میں مشہور مسائل:

(۱) کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ: نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق محدث دکن نے دس صحیح احادیث شریفہ ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں: رایت النبي صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة رفع يديه حيال اذنيه. (زجاجۃ المصابیح) ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا آغاز کرتے ہوئے دیکھا آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے ہوئے تھے''۔

(۲) رفع یدین کا مسئلہ: یعنی تکبیر اولیٰ کے وقت ہی کانوں تک ہاتھ اُٹھانا ہے، دیگر ارکان کی ادائیگی کے وقت ہاتھ نہ اُٹھائے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: قال لنا عبد الله مسعود الا اصلي بكم صلاة رسول الله فصلى ولم يرفع الا مرة واحدة مع تكبير الافتتاح. (ترمذی، ابوداود، نسائی) ''کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز نہ پڑھاؤں پھر آپ نے نماز پڑھائی صرف ایک مرتبہ تکبیر اولیٰ میں ہی ہاتھ اٹھائے''۔ اسی طرح عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال: مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة (مسلم) ''حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ (ایک بار) ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ (درمیان نماز میں) رفع یدین کرکے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح (بار بار ہلاتے رہتے ہو) (ایسا مت کرو) اور نماز میں سکون اور اطمنان سے رہا کرو''۔ اس جیسی تقریباً بیس سے زائد زجاجۃ المصابیح میں احادیث شریفہ موجود ہیں۔

(۳) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ: یعنی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے، اس سلسلہ میں حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ: رايت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة. (ترمذی) ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز (قیام کی حالت) میں دیکھا آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر ناف کے نیچے رکھے ہیں''۔ اس مسئلہ کے تحت تقریباً سات احادیث زجاجۃ المصابیح میں ہیں۔

(۴) مسئلہ آمین آہستہ کہنا: یعنی امام ومقتدی آمین بلند آواز سے نہ کہے اس سلسلہ میں ترمذی شریف میں ہے حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ: ان النبي صلى الله عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين و خفض بها صوته. (ترمذی) ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ۔ پڑھا اور آہستہ آواز سے آمین کہا''۔ اس ضمن میں محدث دکن نے تقریباً سات احادیث ذکر کی ہیں۔

(۵) تشہد کے وقت انگلی کو حرکت نہ دینا: قال اذا جلس في الصلاة وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه كلها واشار باصبعه التي تلي الابهام ووضع كفه اليسرى على فخذه اليسرى (ابوداود، مسلم) ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ نماز میں تشہد کیلئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھ لیتے تھے اور شہادت کے وقت تمام انگلیاں بند کرکے اپنے انگوٹھے کے قریب کی انگلی (جس کو شہادت کی انگلی کہتے ہیں) سے اشارہ فرماتے تھے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے''۔ عن عبد الله بن الزبير قال كان النبي ﷺ يشير باصبعه اذا دعا ولا يحركها (ابوداود، نسائی) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ قعدہ میں التحیات پڑھتے ہوئے کلمۂ شہادت پر پہنچتے تو سبابہ یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے مگر اس کو ہلایا نہیں کرتے تھے''۔ اس طرح محدث دکن نے اپنی زجاجہ میں حالتِ تشہد میں انگلی کو حرکت نہ دینے کے متعلق مزید چھ (۶) حدیثیں ذکر کی ہیں۔

اس طرح فقہ حنفی کے جتنے مسائل ہیں ان کے استدلال میں جو احادیث مبارکہ ہیں تقریباً ان سب احادیث کو محدث دکن نے اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح میں ذکر کیا ہے، الحمدللہ اس کتاب کا بزبان اردو ترجمہ نور المصابیح کے نام سے جامعہ نظامیہ کے جید علماء کرام نے کیا اور یہ بازار میں دستیاب ہے۔

ملک شام کے مشہور عالم دین عبدالفتاح ابو غدہ جو علامہ زاہد الکوثری کے شاگرد ہیں، انہوں نے حج کے موقع پر زجاجہ کی پہلی جلد دیکھی تو حضرت مصنف کو مکتوب ارسال کیا، جس میں انہوں نے لکھا: ''مجھے یہاں حضرت والا کی تصنیف منیف زجاجۃ المصابیح کی جلد اول دستیاب ہوئی، جس کی وجہ سے میری بصارت اور بصیرت دونوں روشن ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیش بہا نعمت سے جو نوازا ہے اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر پر اسلام اور حضرات احناف کی طرف سے جزاء خیر فرمائے''۔ (الفقیر الی اللہ۔ عبد الفتاح ابوغدہ)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی (دہلی) نے اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا: ''مصابیح ہو یا مشکاۃ ان کے مؤلف شافعی ہیں اور جن کتابوں سے مصابیح ومشکوۃ کی تالیف ہوئی ہے وہ سب شوافع ہیں لہٰذا اُن میں حضرت امام عالی مقام امام ابوحنیفہ کی ایک روایت کا بھی ذکر نہیں۔ ہمارے علماء احناف نے ان کتابوں کی شرح یا حاشیہ لکھ کر حنفی مذہب کے استدلالات لکھے ہیں۔ ۷۳۷ھ سے ۱۳۶۸ھ تک احناف کسمپرسی کی حالت میں رہے۔ مرقات، لمعات، اور اشعۃ اللمعات کو ہر شخص خرید نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے محدث دکن کو توفیق دی کہ وہ حنفی مذہب کے استدلالات احادیث شریفہ کی مستند کتابوں سے جمع کریں۔ تقریباً بیس سال سے یہ کتاب عاجز کے پاس ہے اور جب بھی اس کتاب کو دیکھتا ہے محدث دکن کے لئے دعائے خیر کرتا ہے۔ قدس اللہ سرہ ونور ضریحہ''۔

سات سو سال سے جس شئے کی تمنا احناف کو تھی، اللہ کے لطف و کرم سے اب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ محدث دکن نے وہ کام کیا جو سات سو سال سے کوئی حنفی نہیں کرسکا۔ عاجز نے مختصر طور پر چند سطریں لکھ دی ہیں۔ علماء کرام اس کتاب کا مطالعہ کریں اور مدارس عربیہ میں اس کو داخل نصاب کریں۔

اس تصنیف کے علاوہ ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے اعمال وعقائد کی اصلاح کی خاطر کئی کتب تحریر فرمائی ہیں: (۱) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک پر ایک اہم کتاب ''سلوک مجددیہ'' (۲) یوسف نامہ (تفسیر سورۃ یوسف) (۳) گلزار اولیاء (۴) فضائل نماز (۵) علاج السالکین (۶) کتاب المحبت (۷) میلا د نامہ (۸) معراج نامہ (۹) شہادت نامہ (۱۰) مواعظ حسنہ (دو جلدیں) (۱۱) قیامت نامہ (۱۲) فضائل رمضان وغیرہ قابل ذکر تصانیف ہیں۔

محدثِ دکن حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت دس ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۶ء بروز جمعہ حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ اسی سال ازہر ہند دینی درس گاہ جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی، آپ کا سلسلۂ نسب چوالیس واسطوں سے امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ کے جداعلیٰ، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایماء پر حجاز مقدس سے بیجاپور، ہندستان تشریف لائے، عادل شاہی دور میں شاہی فرمان کے مطابق شہرِ نلدرگ، ضلع عثمان آباد، مہاراشٹرا میں قیام پذیر رہے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ سید مظفر حسین نقشبندیؒ حیدرآباد منتقل ہوئے اور آپ بڑے عالم فاضل، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مسکین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۴ھ) کے مرید وخلیفہ تھے، آپ کا وصال حیدرآباد میں ہوا، مزار شریف درگاہ حضرت شاہ راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔

حضرت محدثِ دکن کی تعلیم وتربیت کا آغاز بڑے اہتمام سے ہوا، عالم ربانی محب رسول مقبول حضرت عاقبت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ شریف پڑھائی، حیدرآباد کے مشہور فضلاء سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ آپ کے نامور اساتذہ میں شیخ الاسلام فضیلت جنگ مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ وبانی دائرۃ المعارف، مولانا منصور علی خانؒ، مولانا حبیب الرحمن سہارنپوری، مولانا محمد یٰسین، مولانا حکیم عبدالرحمن سہارنپوری ہیں۔

حضرت ابوالحسناتؒ نے پیر طریقت حضرت سید محمد بادشاہ بخاریؒ کے دستِ مبارک پر بیعت فرمائی اور انہی سے شرفِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں، بڑے صاحبزادے مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کے جانشین تھے۔ ۱۹۹۲ء کے آخر میں وصال فرماگئے ان کے جنازہ میں تقریباً دو لاکھ افراد نے شرکت کی، دوسرے سید احمد اللہ شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے سید حبیب اللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ، چوتھے سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ ۲/ اگست ۱۹۶۴ء بروز جمعرات ہوا، آخری آرام گاہ مصری شیخ، حیدرآباد دکن، نقشبندی چمن میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆

موت کی یاد دِہانی

مولانا محمد ذکوان ندوی

کچھ دن پہلے میں اپنے ایک خاندانی بزرگ کے جنازے میں شریک تھا۔ غسل سے لے کر تدفین تک ہمارے کئی گھنٹے یہاں گزرے۔ اِس دوران جو عمومی تجربہ ہوا، وہ یہ کہ دورِ جدید میں موت جیسا سنگین واقعہ بھی عملاً صرف ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔ تعزیت اور جنازہ وتدفین میں شرکت اب لوگوں کے لیے صرف فیملی گیدرنگ (family gathering) کا ایک موضوع بن گیا ہے، نہ کہ عبرت اور اظہارِ خیر خواہی کا موضوع۔

موجودہ زمانے کے بہت سے ''بزی'' اور ''ماڈرن'' لوگوں کے یہاں عیادت وتعزیت جیسی اعلیٰ انسانی قدروں کی نہ کوئی اہمیت ہے اور نہ اِس کے لیے ''ٹائم''۔ مگر جو لوگ تعزیت کرتے بھی ہیں، وہ دردمند وغم گسار بن کر نہیں، بلکہ ''مہمان'' بن کر اور صرف ایک بے روح سماجی رسم کے طور پر۔ ایک ہی مقام پر رہتے ہوئے بھی لوگ خیر خواہی اور مزاج پُرسی کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بہت سے مرد اور عورت مرنے والوں کی موت پر صف ماتم بچھاتے اور اشک کا دریا بہاتے ہیں، مگر یہی لوگ اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ اُن کے یہ آنسو سچے آنسو نہ تھے۔ عملی واقعات بتاتے ہیں کہ یہی لوگ جذبات کے درجے میں بھی اپنے زندہ اور مرحوم اعزہ کے لیے کبھی حقیقی خیر خواہ ثابت نہیں ہوتے۔ موت کے اندوہ ناک موقعے پر بھی لوگ مرحوم کے گھر والوں سے ''خاطرداری'' کی توقع لے کر جاتے اور اِس کا تجربہ نہ ہونے پر موت کی یاد کے بجائے شکایت لے کر واپس ہوتے ہیں۔ اب اکثر قریبی اعزہ تک قبرستان ہی سے لوٹ جاتے ہیں۔ نہ دوبارہ وہ اپنے مرحوم عزیز کے گھر جا کر اُن کی غم گساری کرتے ہیں اور نہ اُن کے لیے کوئی عملی کنٹری بیوشن۔ اِسی قساوت اور بے درد ذہنیت کا یہ نتیجہ ہے کہ بعد کو اکثر لوگ مرحوم کے اہلِخانہ کی کوئی خبر نہیں لیتے۔ گ ویا اِس طرح کے موقعے پر صرف چہرہ دکھا کر اپنا نام درج کرانا اب بیش تر عورتوں اور مردوں کا فیشن بن چکا ہے۔

موت کے دردناک موقعے پر بھی لوگوں کا رویہ اکثر رسمی اور دنیا پرستانہ دکھائی دیتا ہے۔ موت کا واقعہ اُن کی انا اور احساسِ برتری کے جھوٹے مینار کو ڈھا دینے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ موت کی مجلس میں بھی لوگ کینہ ونفرت لے کر داخل ہوتے ہیں۔ وہ بعض لوگوں کی طرف لپکنے اور بعض کو نظر انداز کرنے کی پست روش سے اوپر نہیں اٹھ پاتے۔ موت کا طوفانی سیلاب بھی اُن کے دلوں کے زنگ اور کدورت کو صاف نہیں کرتا۔ موت کا سنگین واقعہ اُن کے حق میں ایک نئی خدا پرستانہ زندگی کی شروعات کے لیے نقطۂ آغاز نہیں بنتا۔ دلوں کو نرم اور روح کو پگھلا دینے والے اِس خدائی موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگ اپنی زندگی کو بدلنے، خاص طور پر اعزہ واقارب اپنی انا اور کدورت کو ختم کرکے باہم بھائی بھائی بن کر رہنے کے بجائے بدستور وہ اپنے خود تراشیدہ اَہرام میں نخوت و رعونت کی زندہ لاش بنے رہتے ہیں۔

دوسرے کی موت اپنی موت کی یاد دہانی کا ذریعہ اور اپنے جیسے ایک انسان کا اچانک اپنے درمیان سے اٹھ جانا اب لوگوں کے لیے موجودہ زندگی کی بے ثباتی کا ریمائنڈر نہیں بنتا۔ دوسرے کی تدفین کو وہ اپنی تدفین سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ اب بھی اپنے آپ کو موت سے زیادہ، زندگی سے قریب محسوس کرتے ہیں۔ قبرستان پہنچ کر بھی وہ اپنی دنیوی سرگرمیوں میں گم دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں بھی لوگوں کو موت کے بجائے موبائل یاد آتا ہے۔ وہ خدا اور اُس کے فرشتوں سے بات کرنے کے بجائے انسانوں سے بات کرنے میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔ قبرستان پہنچ کر بھی اُن کے دل نہیں پگھلتے، وہ رونے سے زیادہ ہنسنے میں حظ محسوس کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کی بے روح 'مذہبیت' کی دھوم اُس وقت بھی کم نہیں ہوتی، جب کہ یہاں اِس قسم کی تمام ظاہر داریوں کو ڈھا کر خدا اُن کیلئے خوف وعبرت کا آخری موقع فراہم کردیتا ہے۔ یہاں لوگ ''الحمدللہ'' اور ''ماشاء اللہ'' کی زبان میں پُرفخر طور پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ میں نے غسل دیا، میں نے قبر میں اتارا، وغیرہ؛ مگر کوئی شخص موت اور آخرت کی یاد سے لرزتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ غسل وجنازہ اور قبر ولحد بھی بہت سے 'غیر عالم' مفتیوں کیلئے مقام عبرت کے بجائے 'مذہبی' موشگافیوں کا اکھاڑہ ثابت ہوتا ہے۔ ایسے موقعے پر بھی اُن کو موت کے بجائے 'مسلک' دکھائی دیتا ہے۔ وہ دعائے مغفرت کے بجائے ان اعمال کو اختیار کرتے ہیں جن کا حکم نہ اللہ نے دیا اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو فریب دینے کی کامیاب کوشش میں مشغول نظر آتے ہیں۔ کاش، ہم موت کی یاد اور خدا کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت وتدبر کے ذریعے سے اپنے دل کے اِس زنگ کو دور کرتے تو ہماری یہ تمام غفلتیں ختم ہوجاتیں، ''لذات'' اور دنیا پرستی کا گنبد ڈھے جاتا اور موت کا تجربہ ہمارے لیے بامقصد اور خدا پرستانہ زندگی اختیار کرنے کا ایک عظیم ربانی موقع ثابت ہوتا۔

☆☆☆

نومسلم خاتون کے قبول اسلام کی کہانی اقبال کی زبانی

قاضی عبدالمجید قریشی مرحوم مدیر ماہنامہ ''ایمان'' و بانی سیرت کمیٹی لاہور نے علامہ اقبال سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 28,29 اکتوبر 1930ء کو علامہ نے انہیں نومسلموں کے ایمان لانے کے واقعات جمع کرنے کی ہدایت کی۔ 28 اکتوبر 1930ء کو راقم الحروف موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ آرام کرسی پر تشریف فرما تھے، حقہ سامنے رکھا تھا۔ رسمی مزاج پرسی ہوئی اور اس کے بعد تبلیغ اسلام کے عنوان پر گفتگو شروع ہوگئی۔

''آپ ایک کتاب لکھئے۔'' ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ ''کیسی کتاب؟'' میں نے پوچھا۔

''تحقیقات کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے قصبات اور دیہات میں ہزارہا غیر مسلم حلقۂ اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان از خود مسلمان ہونے والوں سے ملے اور ان سے قبول اسلام کی وجوہ دریافت کرکے ایک کتاب میں جمع کردے تو اس سے تبلیغ اسلام کے مقصد کو بے حد تقویت حاصل ہوگی۔''

''کیا صداقت اسلام کے متعلق پہلے دلائل ناکافی ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''بہت کافی ہیں، مگر ایسا کرنے میں کئی ایسے عجیب اور جدید دلائل آپ کو ملیں گے کہ دنیا حیرت زدہ ہوجائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دل اور دماغ کے کام کرنے کے طریقوں میں بہت فرق ہے۔ دماغ اکثر اوقات ہزارہا مضبوط سے مضبوط دلائل کو مسترد کردیتا ہے اور ان کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا لیکن دل اس کے برخلاف، بعض اوقات کمزور سے کمزور چیزوں سے اس قدر متاثر ہوجاتا ہے کہ صرف ایک ہی جھٹکے میں زندگی کا سارا نقشہ بدل جاتا ہے۔ قبول اسلام کا جس قدر تعلق دل سے ہے، دماغ سے نہیں۔ اصل بات جو مبلغ کو معلوم ہونی چاہیے، یہ ہے کہ کون کون سے نشتر ہیں، جن سے دل متاثر ہوا کرتے ہیں؟

محترمہ لیڈی بارنس

اسلام قبول کرنے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال کہنے لگے: لیڈی بارنس کا قبول اسلام عجیب واقعہ ہے۔ وہ ایک نومسلم انگریز فوجی کی بیوی تھیں۔ چند سال پہلے کا ذکر ہے یہ دونوں میاں بیوی ایک مقدمے میں ملوث ہوکر میرے پاس آئے۔ چوں کہ الزامات سراسر جھوٹے تھے، اس لیے عدالت نے ان دونوں کو باعزت بری کردیا۔ چوں کہ وکالت کے فرائض میں نے انجام دیے تھے، اس لیے چندروز بعد لیڈی بارنس میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے لاہور تشریف لائیں۔ اس وقت میں نے سوال کیا ''لیڈی صاحبہ! آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟''

''مسلمانوں کے ایمان کی پختگی ڈاکٹر صاحب!'' لیڈی بارنس نے جواب دیا۔

''لیڈی صاحبہ! میں نہیں سمجھا، اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''لیڈی صاحبہ نے وضاحت میں واقعہ سنایا۔''

''ڈاکٹر صاحب میں نے دیکھا ہے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں جس کا مسلمانوں کی طرح ایمان پختہ ہو۔ بس اس چیز نے مجھے اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا ہے۔'' لیڈی نے اپنا نظریہ پیش کرکے تھوڑا سا تامل فرمایا اور کہا:

''ڈاکٹر صاحب میں ایک ہوٹل کی مالکہ تھی۔ میرے ہوٹل میں ایک ستر سالہ بوڑھا مسلمان ملازم تھا۔ اس بوڑھے کا فرزند نہایت ہی خوبصورت نوجوان تھا۔ مہلک بیماری میں جب یہ لڑکا چل بسا تو مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ میں بوڑھے کے پاس تعزیت کے لیے گئی۔ اسے تسلی دی اور دلی رنج وغم کا اظہار کیا۔ بوڑھا نہایت غیر مؤثر حالت میں میرے تعزیتی الفاظ سنتا رہا اور جب میں غم کی باتیں ختم کرچکی تو اس نے نہایت شاکرانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا:

''میم صاحبہ! یہ خدا کی تقدیر ہے، خدا کی امانت تھی، خدا لے گیا۔ اس میں غمزدہ ہونے کی کیا بات ہے، ہمیں تو ہر حال میں خدائے غفور کا شکر ادا کرنا ہے۔''

لیڈی بارنس اتنا کہہ کر رک گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے کوئی بہت بڑا معجزہ بیان کیا ہے اور اب وہ

زبان حال سے مجھ سے یہ مطالبہ کررہی تھیں کہ میں بھی ان کے ساتھ مل کر حیرت کا اظہار کروں۔

میں نے کہا ''لیڈی صاحبہ پھر؟'' لیڈی نے پھر اپنا قصہ شروع کیا اور کہا:

''ڈاکٹر صاحب بوڑھے کا آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ہمیشہ کے لیے میرے دل میں پیوست ہوگیا۔ میں بار بار اس کے الفاظ پر غور کرتی تھی اور حیران تھی کہ الٰہی اس دنیا میں اس قسم کے صابر، شاکر اور مطمئن دل بھی موجود ہیں۔ مجھے بڑی کاوش یہ تھی کہ بوڑھے نے ایسا پر استقامت دل کیسے پایا؟ اسی غرض سے میں نے پوچھا کیا مرحوم کے اہل وعیال بھی تھے؟ وہ کہنے لگا ''ایک چھوٹا بچہ اور ایک بیوی ہے۔'' بوڑھے کے اس جواب نے میری حیرت کم کردی۔

''میں نے بوڑھے کے اطمینان قلب کی یہ تاویل کی کہ چوں کہ پوتا موجود ہے، اس واسطے وہ اس کی زندگی اور محبت کا سہارا ہوگا لیکن ڈاکٹر صاحب میں نے اس تاویل سے اگرچہ اپنے دل ودماغ کو بہلا لیا مگر میرے دل کو اطمینان نہ ہوا اور میں برابر اس پڑتال میں لگی رہی کہ کسی طرح اپنے بوڑھے ملازم کی صحیح کیفیت سمجھوں۔''

''اس واقعے کے تھوڑے ہی دن بعد یتیم بچے کی ماں بھی چل بسی۔ اس سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی۔ بوڑھے کی بہو کا غم میری عقل پر چھا گیا مگر ٹھیک اسی وقت میری وہ قدیم تڑپ بھی جاگ اٹھی اور میں نے خیال کیا کہ بوڑھے کے امتحان کا اصل وقت یہی ہے۔ میرے دل پر اس کی طویل خدمت گزاریوں کا اثر تھا۔ اس کے نوجوان فرزند کی وفات کے بعد اب اس کی بہو کی موت اور اس کے پوتے کی یتیمی نے اس اثر کو اور بھی زیادہ چمکا دیا تھا لیکن اس فطری اور رسمی ہمدردی اور دل سوزی کے علاوہ اصل چیز جو میری دلچسپیوں کا حقیقی مرکز تھی، یہ تھی کہ میں بوڑھے کی کیفیت قلب کا صحیح اندازہ کروں؟ میں دوسرے دن بوڑھے کے گاؤں روانہ ہوئی جو بالکل قریب ہی تھا۔ اس وقت تک جذبات وتخیلات کی ایک بے تاب کائنات میرے ہم رکاب تھی۔ میں ہر قدم پر یہ خیال کرتی تھی کہ اس مصیبت نے بوڑھے کے دل کی حالت کو بدل دیا ہوگا۔ وہ کبھی اپنے ضعیف اور حال زار پر غور کرتا ہوگا پھر اپنے یتیم پوتے کی کم سنی کو دیکھتا ہوگا اور غم میں ڈوب جاتا ہوگا۔ دوسرے ہی قدم پر یہ سوچنے لگتی تھی کہ جب اس کا معصوم، کمسن اور لاوارث پوتا ماں باپ کے فراق میں بلبلائے گا تو وہ کس طریقے سے اس کے اور اپنے دل کو تسلی دے گا؟ وہ اس کی آنسوؤں کی جواب دہی سے کیونکر عہدہ برآ ہوگا؟ ضعیفی اور اپنے پوتے کے تاریک مستقبل پر کیا پردہ ڈالے گا؟

ان تمام سوالات نے میرے دل اور دماغ کے لیے جو فیصلہ کیا، یہ تھا کہ بوڑھے کا وہ پہلا صبر واستقامت ختم ہو چکا ہوگا۔ میں اسی فیصلے کو ساتھ لے کر بوڑھے کے گھر میں داخل ہوئی اور اس کی تازہ مصیبت پر افسوس کا اظہار کیا اور اسے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا۔ وہ نہایت امن وسکون سے میری دردمندانہ باتیں سنتا رہا لیکن جب اس کے جواب کی نوبت آئی تو اس نے پھر انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا ''میم صاحبہ! خدا کی تقدیر میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ اسی نے دیا تھا اور وہی لے گیا، ہمیں ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔''

لیڈی بارنس بوڑھے کے الفاظ نقل کرنے کے بعد پھر رکیں گویا وہ مجھ سے ان الفاظ کی داد طلب کررہی تھیں۔ انہوں نے تھوڑا تامل کیا، ایسا تامل جس میں ایک قسم کی محویت ملی ہوئی تھی اور اس سلسلے میں کلام پھر شروع کیا اور کہا: ''ڈاکٹر صاحب میں جب تک بوڑھے کے پاس بیٹھی رہی، اس کے سینے سے آہ نکلی نہ آنکھ سے آنسو گرے اور نہ زبان پر افسوس کا لفظ آیا۔ وہ اس طرح اطمینان سے باتیں کرتا تھا، گویا اس نے اکلوتے بیٹے اور بہو کو زمین میں دفن نہیں کیا بلکہ اپنی زندگی کا کوئی بڑا فرض ادا کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے واپس آگئی۔ میں بوڑھے کی پختگی ایمان پر حیرت زدہ تھی۔ میں بار بار غور کرتی تھی اور تھک جاتی تھی مگر مجھ پر یہ معمہ حل نہیں ہوتا تھا کہ اس پریشانی میں کسی انسان کو یہ استقامت حال کیسے نصیب ہوسکتی ہے؟

چندروز بعد اس کا معصوم پوتا بھی گزر گیا۔ اس اطلاع کے بعد میں نے اپنی تمام فکری تاویلات کو نئے سرے سے اپنے دماغ میں جمع کیا تاکہ اس کے حال کا اندازہ کروں۔ میں بڑی بے قراری کے عالم میں اس کے پاس گاؤں پہنچی۔ مجھے یقین تھا کہ اب لاوارث بوڑھا اپنی تمام دنیا کو ختم کرچکا ہوگا۔ اس کے حواس، ہوش سے بیگانہ ہوں گے۔ اس کا دل ودماغ مقفل ہوگا اور یاس اس کی امید کے تمام رشتے منقطع کرچکی ہوگی۔ یہی توقعات ساتھ لے کر میں بوڑھے کے مکان میں داخل ہوئی اور نہایت ہی دل سوزی سے اس کے مصائب پر غم کا اظہار کیا۔ مجھے یہ معلوم کرکے بے حد حیرت ہوئی کہ میرے اظہار افسوس کا بوڑھے کے دل پر کچھ بھی اثر نہ تھا۔ وہ بڑی بے تکلفی سے بیٹھا تھا اور نہایت ہی غیر متاثر حالت میں میری گفتگو سن رہا تھا۔ جب میری گفتگو ختم ہوگئی تو اس نے زبان کھولی، پہلے کی طرح پھر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا:

''میم صاحبہ یہ خدا کی حکمت کے کھیل ہیں۔ اس نے دیا تھا، اسی نے واپس لے لیا۔ اس میں ہمارا کیا تھا جس پر ہم اپنے دل کو برا کریں، بندے پر ہر حال میں اپنے خدا کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ہم مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں۔''

اب لیڈی بارنس درد دل کی کیفیتوں سے لبریز تھیں۔ انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور روتی ہوئی آواز میں کہا ''ڈاکٹر صاحب بوڑھے کا یہ جواب میرے لیے قتل کا پیغام تھا۔ اس کی انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور تیر بن کر میرے دل کو کرید رہی تھی۔ اس وقت میں نے اس مرد ضعیف کی پختگی ایمان کے سامنے ہمیشہ کے لیے اپنا سر جھکا دیا۔ مجھے یقین حاصل ہوگیا کہ یہ اطمینان قلب، مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ میں نے کہا اے میرے بوڑھے باپ اب تم اکیلے اس گاؤں میں رہ کر کیا کروگے؟ میرے ساتھ ہوٹل میں چلو اور آرام سے زندگی بسر کرو۔ بوڑھے نے میری اس دعوت کا شکریہ ادا کیا اور بے تکلف میرے ساتھ ہوٹل میں چلا آیا۔ یہاں وہ دن بھر ہوٹل کی خدمت کرتا اور رات کو خدا کی یاد میں مصروف ہوجاتا۔

کچھ عرصے بعد اس نے کہا میں آج قبرستان جاؤں گا۔ میرے دل میں پھر وہی امتحان لینے کی لٹک پیدا ہوئی۔ دل نے کہا یہ دیکھنا چاہیے کہ وہاں اس کے صبر وتحمل پر کیا گزرتی ہے؟ بوڑھا ہوٹل سے نکل کر اس خاموش اور ویران مقام کی طرف آیا جہاں اس کے تینوں عزیز مدفون تھے۔ میں ایک طرف کھڑی ہوگئی اور وہ قبرستان پہنچتے ہی پریشان حال قبروں کو درست کرنے میں مصروف ہوگیا۔ وہ مٹی کھود کھود کر لاتا اور قبروں کو درست کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ پانی لے آیا اور ان پر چھڑکاؤ کرنے لگا۔ جب قبریں درست ہوگئیں تو بوڑھے نے وضو کیا، ہاتھ اٹھائے اور اہل قبرستان کے حق میں دعا کی اور واپس چل دیا۔ میں نے اس تمام عرصے میں نہایت احتیاط سے اس کی تمام حرکات کو دیکھا اور محسوس کیا کہ اس کے ہر کام میں اطمینان کا نور اور ایمان کی پختگی جلوہ گر ہے۔ اب میرے دل پر ایک غیبی نشتر چلا اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ بوڑھے کی خوبی نہیں بلکہ یہ اس دین حق کی خوبی ہے جس کا یہ بوڑھا پیرو ہے۔ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا اور ہوٹل میں پہنچ کر اس مرد بزرگ سے کہا کہ وہ کوئی ایسی معلمہ لائے جو مجھے اسلام کی تعلیم دے۔ وہ فی الفور اٹھا اور اپنے ملا کی لڑکی کو بلا لایا۔ اس نے مجھے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق سکھایا۔

ڈاکٹر صاحب اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے مسلمان ہوں اور وہی عظیم الشان قوت ایمان جس سے کہ بوڑھے کا دل سرشار تھا، اپنے سینے میں موجود پاتی ہوں۔ اب مجھے اپنے خدا پر اس قدر پختہ ایمان ہے کہ خواہ کس قدر بھی مصیبت آئے، میرے قدموں کو کبھی لغزش نہیں ہوسکتی۔''

☆☆☆

آن لائن جوا، گیمز اور نوجوان

ڈاکٹر خان مبشرہ فردوس

نیوز ایٹین کے جرنلسٹ پرتیک ترویدی کی ہمانشو نامی طالب علم سے گفتگو کی ویڈیو وائرل ہوئی، ویڈیو کیا تھی؟ ذہن پر پڑنے والی ضرب تھی، دماغ ساکت ہوگیا، وہ نوجوان ٹی وی اینکر کے سامنے بتارہا تھا کہ آن لائین گیم اور آن لائن جوے کو بند ہونا چاہیے، میں ایک طالب علم ہوں اور میری زندگی مکمل برباد ہوچکی ہے۔ ہمانشو ہمارے ملک کا طالب علم ہے، جو آن لائن جوا کھیلنے کا عادی ہے، بی ٹیک کیلئے این آئی ٹی کوالیفائیڈ نوجوان جس نے اپنی بی ٹیک کی فیس بھی جوے میں اڑادی ہے، اپنی دردناک اسٹوری بیان کرتے ہوئے بتارہا ہے کہ 92 لاکھ کا مقروض ہے، اسی جوے کی وجہ سے بے شمار فراڈ کرچکا ہے۔ اس کے والدین نے اسے گھر سے نکال دیا، ماں اس سے بات نہیں کرتی اور اس نے خودکشی کا ارادہ بھی کیا ہے۔ ویڈیو دیکھتے ہوئے آنکھیں دھندلا گئیں، کاؤنسلنگ کے دوران گفتگو کرتی ہوئی وہ بچی یاد آئی، جو کہہ رہی تھی کہ میم! میرے والد آن لائن جوے میں پوری دکان ہار چکے ہیں۔ ہمارا اچھا بھلا گھر ایک سال میں برباد ہوگیا۔ ہمانشو کی ویڈیو دیکھنے کے بعد سوچا کہ ذرا سرچ کریں کہ آن لائن جوے کون کون سے ہیں اور لوگ اتنا کیوں دیوانے ہوجاتے ہیں؟ خدا کی پناہ! روح کانپ کر رہ گئی، اتنی اسٹوریز پڑھی ہیں۔ اس کا ٹریپنگ جال بھی اس درجے کا ہے، انسان کی لالچ کی نفسیات کے ساتھ مکمل انصاف کرتے ہوئے انسان کو پاگل بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، جوے کے عادی افراد جو آن لائن جوا کھیلنے کی لت میں پڑ جاتے ہیں، صرف چھ ماہ میں خودکشی کی نوبت آجاتی ہے، بہت تلاش کے باوجود کسی کی بھی کامیابی کی اسٹوری نہیں مل سکی، الا یہ کہ اس ایپ کی مارکیٹنگ کیلئے کرکٹ کھلاڑیوں سے ایپ کی ایڈ بنوائی گئی ہے یا ویب پر جعلی کامیابی کے لکھے گئے آرٹیکلز ہیں، تاہم یہ فراڈ اس پیمانے پر کیا جاتا ہے کہ لالچی ذہن یا کم مدت میں بغیر محنت کے پیسے کمانے کی لالچ کے شکار افراد اس جال میں پھنس جاتے ہیں۔ کیرالہ یونیورسٹی کے ایک ریسرچ آرٹیکل میں لکھا ہے کہ سب سے زیادہ آن لائن گیم نوجوان طالب علم کھیلتے ہیں۔

Lotteries, bingo, betting on billiards or pool, card games, private sports betting sports lotteries, casino games, video lottery terminals, internet gambling, dice etc. Online gambling can be defined as being involved in betting on casinos or sports over the internet. It is also known as Internet Gambling or e-gambling. Usually, credit cards are used to place the bet.

کیسے یہ انسانی نفسیات سے کھلواڑ کرتے ہیں؟ سب سے پہلے اپنی جمع پونجی اس میں لگائی جاتی ہے، یہ فراڈ کس پیمانے پر کیا جاتا ہے؟ اس کو جاننے کیلئے Quora پر پوچھے جانے ایک سوال کے جواب میں طالبہ مدھو سدھا نے بتایا کہ: ''آن لائن جوا مکمل ایک فراڈ ہے، میں نے جب اس کی تحقیق کیلئے اور ان کے فراڈ کے طرز کو سمجھنے کے لیے عملاً اسے کھیلنے کی کوشش کی، بہت کم رقم صرف یعنی سو روپیہ ابتداء میں اس میں لگائے، اور آپ کی وہ رقم اچانک ایک ہزار میں تبدیل ہوجاتی ہے، اسی وقت ایک نوجوان مزید لیول پر اسے کھیلنا چاہتا ہے، بڑھتی ہوئی رقم اس کی لالچ کو خوب ہوا دیتی ہے۔ اب آپ آگے بڑھتے جائیں، اس کی ڈسک اور کارڈز کھیلنے والے کو بڑھتی رقم بتاتے ہیں، اور ساتھ نئے لیول کے دروا کرتے جاتے ہیں۔ وہ ایک ہزار کبھی پانچ سو اور کبھی دو ہزار ہوتے ہیں، جب تک ایک بندہ عادی نہ بن جائے وہ بڑھانے گھٹانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں، حتیٰ کہ وہ قرض بھی آفر کردیتے ہیں کہ آپ اپنے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ پیسہ لگاتے رہیے اور بڑھنے کی امید پر کھیلتے جایئے، کئی لوگ اس کھیل میں مقروض اور ساری جمع پونجی گنوادیتے ہیں۔'' مدھو سدھا ایک طالب علم ہے اور نوجوانوں کو اس سے آگاہ کررہی ہے۔ اس کا شکار صرف نوجوان نہیں ہیں، بلکہ کئی ایک مرد حضرات اپنے گھر کا بزنس اور جمع پونجی اس راہ میں لگادیتے ہیں اور قرض لے کر بھی اس آس پر جوا کھیلتے ہیں کہ انھیں پہلی مرتبہ کی طرح فائدہ ہوجائے گا۔ اس گیم کی جانب نوجوان طالب علم اس لیے راغب ہوتے ہیں، کیوں کہ کئی نام ور کھلاڑیوں نے۔ جن کو معصوم نوجوان فالو کرتے ہیں۔ جوئے کی ایپ رمی، اور جیتو کھیلو، پوکر اور کسینو، جنگلی رمی جیسے سائٹ کی کمرشیل ایڈ کی ہے۔ اس لیے طالب علم اس جال میں پھنس جاتے ہیں۔ کرن بسیرا ایک طالب علم ہے، اپنی کورا اسٹوری میں جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں آن لائن گیم کا عادی ہوں اور پانچ ماہ میں نے چھ لاکھ روپے جوئے میں ہار چکا ہوں۔ میں نے اپنا گیم پچاس روپے سے شروع کیا تھا، لیکن پہلی مرتبہ جیتنے کی خوشی میں اتنا دیوانہ ہوچکا تھا کہ قرض اور لوگوں سے فراڈ کرکے بھی میں صرف جوئے میں پیسے لگاتا رہا کہ مجھے پہلے کی طرح پیسے جیتنے کی خوشی حاصل ہوگی، آج میں چھ لاکھ گنوا کر بھی چاہتا ہوں کہ مجھے کہیں سے کچھ پیسے ملیں، تاکہ میں ایک بازی جیت لوں، یہ جنون ہی میرے عادی ہونے کا سبب ہے۔ وہ بہت درد کے ساتھ نوجوانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ میں ایک ہونہار طالب تھا اور آج میں تنہائی کے گوشے میں بیٹھا دنیا سے منہ چھپا کر بس پیسے جیتنے کے خواب میں ناکارہ بندہ ہوں، کوئی اس جانب اب کبھی نہ آئے۔ ٹائمز آف انڈیا نے ایک نوجوان کی سیلنگ فین سے مردہ جسم کو اتارنے کے بعد تحقیق کیا کہ اس شخص پر 95 لاکھ کا قرض صرف آن لائن جوئے کے سبب ہے، اپنے معصوم بچوں اور بیوی کو تنہا کرنے کا خیال بھی اسی خیال سے تھا، ذہن جوئے کی لت سے باہر نہیں آرہا تھا، اور قرض چڑھتا جارہا تھا، چوں کہ اس نے قرض بینک سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ لیا تھا، سود بھی بڑھتا جارہا تھا۔

کچھ دن پہلے ایک طالبہ نے مجھ سے کالج میں آکر کہا کہ میم! میرے والد آن لائن گیم میں اپنی پراپرٹی لٹا چکے ہیں اور اب تو گھر بھی بیچ دیا ہے، کیا ہمیں کوئی وظیفہ آپ بتاسکتی ہیں؟ تاکہ والد گیم کھیلنے سے باز آئیں۔ فری جرنل، ٹائمز آف انڈیا، دی ہندو نے بھی خودکشی کرنے والے افراد کی اسٹوری میں آن لائن جوئے ہی کو وجہ بتائی ہے۔ آئی آئی ٹی کالج میں طالب علم جب تعلیمی دباؤ سے گزرتے ہیں، تو وہ دل بہلانے کیلئے گیم کی طرف رخ کرلیتے ہیں، چوں کہ مسلسل دباؤ اور بیزاری اور تعلیمی اخراجات کا خوف اس سے نکلنے کی راہ انھیں جوئے کی جانب کھینچ لاتی ہے، اور وہ جوئے میں لگ جاتے ہیں۔ ایک حقیقی کہانی سناتے ہوئے ایک طالب علم نے بتایا کہ میرے دوست کو جوا کھیلنے کی آن لائن عادت ہوگئی، بس وہ کالج بنک کرتا اور رات دن کھیلا کرتا، وہ بہترین پڑھنے لکھنے والا بچہ تھا، لیکن نہ جانے کیسے مایوسی اسے جوئے کی دہلیز پر لے آئی، اس نے چند ماہ میں خود کو اس نہج پر پہنچادیا کہ لیپ ٹاپ بیچنے کی نوبت آگئی اور کالج میں پیپر بیک رہ گئے، بی ٹیک میں دو سال بیک رہ گیا، جب والدین نے ملنے آنے کی خبر دی تو اس نوجوان نے خوف کے مارے اپنی شہ رگ کاٹ لی۔ معصوم ذہن پر اتنا بوجھ اور معاشی تنگی کا دباؤ گھر اور فرد کو برباد کردیتا ہے۔ ہمارے ملک میں کچھ اقدامات کیے جانے چاہئیں، جیسے کہ اسپین، اٹلی، نیدرلینڈ، آسٹریلیا میں انفلوئنسرز کے ذریعہ ایڈ کرنے کی پابندی ہے، تاکہ نوجوان اس راہ پر نہ لگ جائیں، لیکن ہندوستان میں سیاست کی گرم بازاری میں نسلوں پر توجہ ہی نہیں، بلکہ بے روزگاری سے عدم توجہی نے نہ جانے کتنے نوجوانوں کو اس راہ پر لگادیا ہے۔ ملک کے صاحب شعور افراد کو روکنا چاہیے! جو صاحب شعور افراد ہیں، اس کی تباہی پر بیداری کیلئے سوشل میڈیا پر اس کو موضوع گفتگو بنائیں اور لوگوں کو اس تباہی سے روکیں۔ انھیں روکنا اور بیداری لانا ہمارا فرض ہے۔

جوا اسلام میں حرام ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ:۹۰)

(اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر؛ یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔) لہٰذا، اپنے بھائی کو سمجھا کر اس حرام کام سے بچائیں، اور برے لوگوں کی صحبت کو چھوڑ کر نیک، صلحاء کی صحبت اختیار کروائیں، تاکہ یہ قبیح اور بری عادت سے چھٹکارا حاصل کریں۔ لفظ جوئے کو عربی زبان میں ''قمار'' کہا جاتا ہے، درحقیقت قمار ہر وہ معاملہ ہے جس میں بغیر کسی محنت کے مال کا حصول ہو اور نفع ونقصان کیلئے کوئی سبب نہ ہو۔ اس لیے ہم کوشش کریں کہ جتنا ممکن ہو، لوگوں کو جوا کھیلنے پر تباہی کا خوف دلائیں۔

انڈیا میں جوئے پر قانونی پابندی: صارفین کی لاعلمی سے بھی یہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بہت سے لوگ یہ نہیں جانتے کہ بھارت میں آن لائن جوئے پر پابندی ہے۔ اس کا فائدہ اٹھا کر جوئے کی ایپس کے مالکان لوگوں کو اپنی ایپس استعمال کرنے کیلئے اکساتے ہیں۔ بھارت میں جوئے پر پابندی ہے اور جوئے کی ایپس کا استعمال کرنا قانون کی خلاف ورزی ہے۔ اگر آپ پکڑے جاتے ہیں تو آپ کو قانونی کارروائی کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ اسی وجہ سے جعلی کمپنیاں آن لائن جوا باہر ممالک سے ویب اور ایپ کے ذریعہ چلاتی ہیں، چوں کہ یہ پورا معاملہ فراڈ ہوتا ہے، اس لیے جیتنے والے کے کارڈز کو ٹریس کرکے بازی پلٹ دینا آسان ہے اور چوں کہ قانونی چارہ جوئی ناگزیر ہے، اس لیے ان پر کوئی کیس نہیں ہوسکتا ہے۔ انسانوں کو نفع پہنچانے اور اس منکر کا سدباب کرنے کیلئے مسلم تنظیموں کے افراد اور دیگر سمجھ دار افراد کو چاہیے کہ قانون کو مزید سخت بنانے کا مطالبہ کریں، جوئے کے خلاف قوانین کو مزید سخت بنانے کی ضرورت ہے۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مضبوط کرنا: قانون نافذ کرنے والے اداروں کو جوئے کی ایپس پر نظر رکھنے اور انھیں بند کرنے کیلئے مزید وسائل اور طاقت دینے کی ضرورت ہے۔ آپ نے ہمانشو کی خبر دیکھی ہوگی کہ اس نے کہا کہ اس کے گیم اکاؤنٹ سے جیل میں پولیس نے بھی جوا کھیلا، قانون توڑنے والے افراد پر بھی شکنجہ کسنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔

حکومت کو آگاہ کرنے کے طریقے

سوشل میڈیا: آپ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے کہ ٹویٹر، فیس بک اور انسٹاگرام پر اس مسئلے کے بارے میں آواز اٹھا سکتے ہیں۔ متعلقہ حکومتی اداروں اور اہم شخصیات کو ٹیگ کرکے اس مسئلے پر ان کی توجہ مبذول کرواسکتے ہیں۔ جب کوئی اپنا عزیز اس کا عادی ہو تو ہم تڑپ اٹھتے ہیں، جب کہ ہمیں ملک کے ہر ایک نوجوان سے ہمدردی رکھتے ہوئے اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ای میل: آپ متعلقہ حکومتی اداروں کو ای میل کرکے اس مسئلے کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کرسکتے ہیں۔ شکایات کے پورٹلز: بہت سے حکومتی اداروں کے پاس آن لائن شکایات کے پورٹلز ہوتے ہیں جہاں آپ اپنی شکایت درج کراسکتے ہیں۔

انٹرنیٹ سروس پرووائیڈر (ISP): اگر آپ کو لگتا ہے کہ کوئی ویب سائٹ یا ایپ غیر قانونی سرگرمیاں کررہی ہے تو آپ اپنے ISP کو اس کے بارے میں اطلاع دے سکتے ہیں۔ سائبر کرائم میں جوئے کی ایپ سے متعلق شکایت کرسکتے ہیں۔ ہماری لاعلمی فراڈ کرنے والوں کی قوت بن جاتی ہے، آخر کسی نہ کسی کو اپنی آواز شدت سے اٹھانی ہوگی۔

غیر رجسٹرڈ پلیٹ فارمز: یاد رہے! وہ آپ کو لوٹنے ہی کیلئے بنائے گئے ہیں، لیکن سب سے اہم یہ ہے کہ ان طالب علموں کی زندگی تباہ ہورہی ہے، کیوں کہ وہ غیر قانونی طریقے سے رجسٹر کرتے ہیں اور سرچ کرنے پر وہ رجسٹریشن بھی دکھا دیتے ہیں۔ اکثر بیشتر کمپنیوں کے مالکان اپنے پیسے وصول کرنے کیلئے غنڈہ عناصر سے مدد لیتے ہیں، جس کی وجہ سے طالب علم خودکشی کو ترجیح دیتے ہیں۔ بہت سی جوئے کی ویب سائٹس اور ایپس غیر رجسٹرڈ ہوتی ہیں اور ان کے بارے میں کوئی سرکاری ریکارڈ نہیں ہوتا ہے۔

سائبر کرائم: بہت سی جوئے کی ویب سائٹس اور ایپس فراڈ اور سائبر کرائم سے جڑی ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے لوگ ان کے بارے میں پولیس میں رپورٹ نہیں کرتے۔

زندگی کی تباہی، مالی نقصان: جوئے کی ایپس میں پیسہ کھونے کا خطرہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ طالب علموں کے پاس عام طور پر محدود مالی وسائل ہوتے ہیں اور جوئے میں پیسہ کھونے سے ان کی مالی حالت مزید خراب ہوسکتی ہے۔ طالب علم کے علاوہ روزگار کیلئے مرد حضرات بھی اس جال میں پھنس جاتے ہیں، وہ اپنا گھر برباد کرڈالتے ہیں، ان کی جمع پونجی بھی اس کی نذر ہوجاتی ہے، اور مقروض بھی ہوجاتے ہیں۔ طالب علم تو لاعلمی کی معصومیت کے ساتھ اس تباہی کے دہانے پر جا پہنچتے ہیں۔

تعلیم پر منفی اثر: اکثر طالب علم ادھوری تعلیم چھوڑ دیتے ہیں۔ جوئے کی لت لگنے سے طالب علم اپنی پڑھائی پر توجہ نہیں دے پاتے اور ان کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

سائبر کرائم کا خطرہ: جوئے کی ایپس میں سائبر کرائم کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ آپ کا ذاتی ڈیٹا چوری ہونے یا آپ کے بینک اکاؤنٹ سے پیسے نکال لیے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا اور دیگر پلیٹ فارمز: سوشل میڈیا اور دیگر آن لائن پلیٹ فارمز پر جوئے کی ایڈز بہت آسانی سے پھیلائی جاسکتی ہیں، جس سے ان پر پابندی لگانا مشکل ہوجاتا ہے۔ ذیل میں ہم کچھ تدابیر قانونی چارہ جوئی کیلئے دے رہے ہیں:

جوئے کی لت سے بچنے میں تعاون: اگر کسی شخص کو جوا کھیلنے کی عادت ہو تو ہم اسے کاؤنسلر کی مدد سے ٹھیک کرنے کی کوشش کریں، کیوں کہ وہ ایک دماغی مرض میں بدل جاتا ہے۔ جوئے کی ایپس سے دور رہیں، اور بچوں کو بھی دور رکھیں۔ ایسے افراد جن کو بچے آئیڈیالائز کرتے ہیں، مثلاً فلمی اداکار یا کھلاڑی، ان کے سحر سے بچوں کو نکالیں۔

اکثر بچوں کی کوچنگ میں موٹیویشنل ٹرینرز انھیں سمجھاتے ہیں کہ آپ پڑھ لیں گے تو آپ کو لاکھوں کی جاب ملے گی، اور اسی جاب اور پیسوں کی لالچ میں والدین سے ضد کرکے ایسی فیلڈ میں ایڈمیشن لیتے ہیں جو ان کی بس میں نہیں ہوتا، چوں کہ والدین قرض لے کر تعلیم مکمل کروانا چاہتے ہیں، ایسے حالات میں بچہ پیسوں کے دباؤ میں جوئے کی طرف چلا جاتا ہے، اسے پیسے کمانے کا آسان راستہ یہی نظر آتا ہے اور وہ زندگی تباہ کرڈالتا ہے۔

متبادل سرگرمیاں: اپنے وقت کا مفید کاموں میں استعمال کریں۔ طالب علموں کے پاس جوئے کے بجائے بہت سی دوسری مفید سرگرمیوں کیلئے وقت ہوتا ہے۔ آپ کھیلوں میں حصہ لے سکتے ہیں، سماجی کام کی نوجوانوں کی تنظیموں سے جڑنا بھی اس سلسلے میں اہم ہے۔ اپنے بچوں کو اسٹوڈنٹ اسلامک آرگنائزیشن سے جوڑنا صحبت صالح کیلئے بھی اہم ہے اور اس طرح کی عادتوں سے بچانے کیلئے بھی ضروری ہے، ایسی تنظیمیں تربیت کا بہترین محاذ ثابت ہوتی ہیں۔ کتابیں پڑھ سکتے ہیں، اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزار سکتے ہیں یا کوئی ہنر سیکھ سکتے ہیں۔ کسی بھی مہارت کو سیکھنے کیلئے اسپورٹس کلب اور اسکل فورمز کا ممبر بن سکتے ہیں۔

جوئے کے عادی شخص کو سب سے پہلے کاؤنسلر اور ہیلتھ ٹرینر سے رابطہ کرکے فزیکل سرگرمیوں کو بڑھانا چاہیے۔ یہ مکمل انسانی نفسیات سے کیا گیا کھیل ہے، جو مرض کی شکل اختیار کرلیتا ہے، صرف نصیحت سے اس کا علاج ممکن نہیں۔

☆☆☆

آپ کے شرعی مسائل؟!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اگر زبانی ایجاب وقبول ہوجائے اور رجسٹر میں دستخط نہ کرے؟

سوال:- نکاح کے وقت لڑکے نے قبول کرلیا یا لڑکی نے اجازت دیدی؛ لیکن جب نکاح کے رجسٹر پر دستخط کرنے کا موقع آیا تو دستخط کرنے سے انکار کردیا تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔

(محمد سراج الدین، کھمم)

جواب:- نکاح کے قبول کرنے میں یا اس کی اجازت دینے میں اصل اہمیت زبان کے تلفظ کی ہے نہ کہ دستخط کرنے کی؛ چنانچہ جب زبان سے ایجاب وقبول ہوگیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا: وینعقد بالایجاب والقبول مع الآخر (الدرالمختار: ۳۸/۴)؛ بلکہ اگر نکاح کا دستاویز بن گیا اور عاقدین نے اس پر دستخط کردیا؛ لیکن زبان سے ایجاب وقبول نہیں ہوا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

زمین کی رجسٹری میں کم قیمت ظاہر کی جائے

سوال:- زمین کی رجسٹری کے موقع پر اصل قیمت چھپا کر فرضی قیمت لکھی جائے؛ تاکہ سرکار کو ادا کئے جانے والے ٹیکس میں بچت ہوسکے تو کیا اس کا یہ عمل درست ہوگا، خرید وفروخت کا عمل جائز ہوجائے گا، بیچنے والے کے لئے قیمت حلال ہوجائے گی اور خریدنے والا جائز طریقہ اس کا مالک بن جائے گا؟ تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر روشنی ڈالئے؛ کیوں کہ آج کل رجسٹری فیس بہت زیادہ ہوگئی ہے۔

(دلاور حسین، سدی پیٹ)

جواب:- صحیح طریقہ یہ ہے کہ زمین کی جو قیمت آپس میں طے ہوئی ہے، وہی سیل ڈیڈ میں لکھی جائے؛ اگر قیمت کم ذکر کی گئی تو یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے اور جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس طرح خرید وفروخت کرہی لے تو قیمت پر بیچنے والے کی اور زمین پر خریدنے والے کی ملکیت قائم ہوجائے گی، اور یہ چیز اس کے لئے حلال ہوگی، ہاں اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ خریدار بائع سے معاملہ کرے کہ جو قیمت لکھی جارہی ہے، اسی قیمت میں یہ زمین خرید کررہا ہوں؛ البتہ خرید وفروخت کے معاملہ سے پہلے خریدار کہے کہ اگر میں آپ سے یہ چیز خریدنے میں کامیاب ہوگیا تو میں آپ کو الگ سے بطور ہدیہ اتنی رقم پیش کروں گا، موجودہ حالات کے تحت بطور حیلہ اس کی گنجائش ہے؛ البتہ ہدیہ کی پیشکش یا تو اصل معاملہ سے پہلے کی جائے یا رجسٹری ہونے کے بعد، اس طرح دستاویز میں لکھی ہوئی رقم اصل قیمت ہوگی اور زائد رقم ہدیہ ہوگی، اصل معاملہ میں اس وعدہ کو شامل کرنا اس لئے درست نہیں ہوگا کہ ایسی صورت میں خرید وفروخت کو مشروط کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔

اجتماعی شادی کی بچی ہوئی رقم کی ممبروں میں تقسیم

سوال:- آج کل بعض تنظیمیں اجتماعی شادیاں کرواتی ہیں، بیرون ملک کی کوئی تنظیم یا مقامی حکومت اس کے اخراجات دیتی، ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس میں سے کچھ رقم بچ گئی، اگر تنظیم کے نگران اس کو آپس میں بانٹ لیں یا اس کو محنتانہ کہہ کرلے لیں، تو کیا یہ عمل درست ہوگا؟

(سرفراز خان، مہدی پٹنم)

جواب:- اگر اجتماعی شادیاں کروانے والے حضرات نے عطیہ دینے والوں پر واضح کردیا کہ آپ کے عطیہ سے اتنی شادیاں عمل میں آئیں گی؛ البتہ ہوسکتا ہے کہ بحیثیت مجموعی کچھ رقم بچ جائے، تو ایسی صورت میں ہم لوگ اس رقم کو آپس میں تقسیم کرلیں گے اور عطیہ دینے والوں نے اس کی اجازت دے دی تو یہ صورت جائز ہوگی؛ کیوں کہ جب مال کا مالک اجازت دیدے تو اس کا استعمال جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شادی کے اخراجات میں ایک حصہ انتظامی کاموں کو انجام دینے والے خدام کا بھی رکھا جائے اور منتظمین خود ان کاموں کو انجام دیں، تب بھی یہ صورت جائز ہوگی، گویا عطیہ دینے والے نے تنظیم کو وکیل بنایا ہے؛ کہ وہ اس کی دی ہوئی رقم میں اس کام کو انجام دیں، اور شادی میں اسباب کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور محنت کرنے والے افراد کی بھی، اس لئے جن لوگوں نے اس کام کو انجام دیا ہے، ان کے لئے یہ رقم اُجرت کے درجہ میں ہوگی؛ البتہ اس صورت میں اُجرت کا متعین ہونا ضروری ہے؛ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کارکنوں کے لئے کوئی رقم متعین ہوجائے، مثلاً فی کس دس ہزار روپیہ، یا اُجرت کا تناسب متعین ہوجائے، مثلاً ایک کروڑ کا عطیہ آیا ہے اور تنظیم طے کرے کہ اس کا پچانوے فیصد شادی کی ضروریات پر خرچ کریں گے اور پانچ فیصد انتظامی اُمور اور کارکنوں کے حق المحنت میں خرچ کئے جائیں گے، اس کے بعد جو رقم بچ جائے، اسے یا تو اسی مقصد میں استعمال کرنا واجب ہوگا یا مالک کو واپس لوٹانا واجب ہوگا۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ اس رقم کو تنظیم کے ممبروں میں تقسیم کردینا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ عطیہ دینے والوں کے مقصد کے خلاف ہے اور خیانت میں شامل ہے۔

تاجر کا اپنے مال کی تعریف کرنا

سوال:- تاجر کی طرف سے زیادہ سے زیادہ بکنے کے لئے اپنے سامان کی تعریف کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(محمد اکرام الحق، جہاں نما)

جواب:- کسی مال میں واقعی جو خوبی پائی جاتی ہے؛ اس کو بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص یا کسی سامان میں جو خوبی ہو، اس خوبی کا ذکر کیا جائے اور مبالغہ نہیں کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے بارے میں اس طرح مبالغہ مت کرو جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا تھا، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں: فإنما أنا عبده فقولوا عبد الله ورسوله (بخاری، عن عمر، حدیث نمبر: ۹۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت کے اظہار میں تعریف کا پہلو ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، مبالغہ کرنا جائز نہیں؛ چنانچہ بخاری کے ایک شارح ابن بطال کہتے ہیں کہ ممانعت مبالغہ آمیز تعریف کی ہے: أن المدح في الوجه المنهي عنه إنما هو المدح بالباطل''۔ (شرح بخاری لابن البطال: ۳۸۱/۳)

نماز میں ایک آیت کو بار بار پڑھنا

سوال:- ہمارے امام صاحب نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے جب آیت عذاب پر آتے ہیں تو اس آیت کو بار بار دُھراتے ہیں، بعض مقتدیوں کو اس پر اعتراض ہے، کیا ان کا اس طرح تکرار کے ساتھ کسی آیت کو پڑھنا جائز ہے یا ان کا یہ عمل غلط ہے؟ (صبا احمد، دلسکھ نگر)

جواب:- اگر نفل نماز میں ایک ہی آیت کو بار بار پڑھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز تہجد میں بعض اوقات ایسی آیتوں کو بار بار پڑھا کرتے تھے؛ لیکن فرض نماز میں ایک ہی آیت کی تکرار مکروہ ہے: وإذا كرر آية واحدة مرارا فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده، فكذلك غير مكروه... وإن كان في صلاة الفريضة فهو مكروه۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی: ۳۰۵/۱)

بڑے جانور کے ذریعہ عقیقہ

سوال:- ایام قربانی کے علاوہ دنوں میں اگر عقیقہ کیا جائے اور بکرے یا مینڈھے کے بجائے بڑا جانور ذبح کیا جائے تو کیا عقیقہ درست ہوجائے گا؟

(محمد شعیب، ملک پیٹ)

جواب:- اگر عقیقہ میں بیل یا اونٹ ذبح کیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو لڑکا پیدا ہو تو اسے اونٹ یا بیل یا بکرے کے ذریعہ قربانی کرنا چاہئے: من ولد له غلام فليعق عنه من الإبل أو البقر أو الغنم (المعجم الصغیر للطبرانی: ۲۲۹) اگر ایک لڑکا یا لڑکی کے بدلہ ایک پورے اونٹ یا بیل کی قربانی کی جائے تو اس کے درست ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ البتہ امام احمدؒ کے نزدیک اگر اونٹ یا بیل سے قربانی کی جائے تو ایک بچہ کے بدلہ پورا اونٹ یا بیل ہی ذبح کرنا ضروری ہے اور دوسرے فقہاء کے نزدیک ایک بچہ کا عقیقہ بڑے جانور کے ساتویں حصہ سے بھی ادا ہوجائے گا؛ بشرطیکہ جانور کو ذبح کرنے میں عبادت کی نیت ہو، گوشت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو: ''ونص أحمد على اشتراط كاملة وذكر الرافعي بحثا أنها تتادى بالسبع كما في الأضحية والله اعلم''۔ (فتح الباری لابن حجر: ۵۹۳/۹)

☆☆☆

تاریخی و تحقیقی جائزہ!

قرآن کا رسم الخط

مصحف نبوی ؐ و مصحف عثمانی ؓ

مولانا حافظ محمد آصف عرفان قادری

(ایڈیٹر ماہنامہ عرفان انوار)

(۲)

مدینہ منورہ میں قبل از اسلام تحریر و کتابت رائج و متعارف ہونا شروع ہوگئی تھی، انصار اپنے قصائد و اشعار بذریعہ کتابت قلم بند کرنے لگے تھے۔ خط عربی (حمیری) نے تبابعہ کے دور میں ترقی پائی، پھر ان کے ختم ہونے کے بعد آل منذر یعنی سلاطین حیرہ کے ہاں فن کتابت کا رواج ہوا، کیونکہ یہ تبابعہ کے قرابت دار تھے، پھر حیرہ کی شاگردی قریش اور اہل طائف نے اختیار کی۔ جب سلطنت عرب کا دامن وسیع ہونے لگا اور بصرہ و کوفہ کو دار الخلافہ ہونے کا شرف حاصل ہوا، تو اب ظاہر ہے کہ والیان حکومت و ارکان سلطنت کو فن کتابت کی ضرورت بھی محسوس ہوئی اور ارکانِ دولت کی سرپرستی کی بدولت اس میں مزید چار چاند لگ گئے اور بڑی حد تک اس میں اصلاحات ہوئیں، چنانچہ خط کوفی آج تک مشہور چلا آرہا ہے۔ عرب کی حدودِ سلطنت بڑھتے بڑھتے جب افریقہ اور اندلس تک جا پہنچیں اور وہاں اسلام کا جھنڈا لہرایا اور بنو عباس نے بغداد کی داغ بیل ڈالی، بغداد چونکہ سلطنت عرب کا مرکز اور دار الاسلام تھا، اس وجہ سے فن کتابت نے یہاں بہت نمایاں ترقی کی، غالباً اسی وجہ سے بغدادی رسم الخط بہت معروف رہا، حتیٰ کہ افریقہ میں اسی کو اختیار کیا گیا، البتہ اندلس میں بنو امیہ نے اپنے خط کو دیگر صنائع کی طرح بہت ہی ممتاز اور جدا کرلیا۔ پھر جب سلطنت اسلامیہ تنزل اور زوال کا شکار ہوئی تو خط و کتابت ہی نہیں تمام علوم و فنون نے اپنا منہ موڑ کر رخ تبدیل کرلیا اور مصر و قاہرہ میں جا کر اس کو عروج حاصل ہوا۔ کتابت و تدوین قرآن عموماً قرآن کریم کی کتابت و تدوین کو نمایاں طور پر تین ادوار میں تقسیم کردیا گیا ہے:

۱۔ پہلا دور، دورِ نبوی ﷺ نزولِ وحی کے وقت جب کوئی آیت یا آیات و سورت نازل ہوتی تھیں تو رسول کریم ﷺ اُسے حضرت زید بن ثابت ؓ وغیرہ کو بلا کر لکھوا دیتے تھے، یہ حضرات کاتبین وحی اسے کبھی ہڈی پر، کبھی کھجور کی ٹہنی یا چھال پر اور کبھی پتھروں کی ہموار تختی پر لکھ لیا کرتے تھے، اس طرح پورے کا پورا قرآن کریم رسول کریم ﷺ کے دور مبارک ہی میں پورا ہوگیا تھا، تاہم اُس وقت اکثر دار و مدار حفظ صدری پر تھا، عموماً صحابہ کرام ؓ بغیر دیکھے صرف سن کر خداداد قوت حافظہ کی بدولت اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے۔

۲۔ دوسرا دور، دورِ صدیقی رسول کریم ﷺ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہونے کی بنا پر درمیانی اضافہ جات کی گنجائش باقی نہ رہی، قرآن کریم جو اَب تک باضابطہ طور پر کتابی شکل میں مجتمع اور یکجا حالت میں نہیں تھا، دور صدیقی میں یکجا کردیا گیا، جس کا مختصر پس منظر یہ تھا کہ سیدنا ابوبکر ؓ کے عہد خلافت راشدہ میں یمامہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید ؓ کی سرکردگی میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں شہدائے اسلام کی کل تعداد بارہ سو تھی اور بہت سے مجروح تھے۔ (حاشیہ بخاری شریف صفحہ: ۷۴۵) پر مذکور ہے کہ "کان عدۃ من القراء سبع مائۃ" یعنی اس جنگ میں شہید ہونے والے حفاظ و قراء کی تعداد سات سو تھی، جبکہ ان قراء میں حضرت سالم ؓ بھی تھے جن کی بڑی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ یہ ان چار جلیل القدر قراء میں دوسرے نمبر پر تھے جن سے رسول کریم ﷺ قرآن مجید پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف، جلد: ۲، ص: ۷۴۸) نیز یہ کہ حضرت سالم ؓ کے ساتھ جو فوجی دستہ تھا وہ خاص اہل قرآن یعنی قراء و حفاظ کا دستہ سمجھا جاتا تھا، یہ سب حضرات ایسے تھے جن کے پاس قرآن کریم تحریری شکل میں بھی تھا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو اس اندوہناک صورت حال سے سخت اندیشہ اور فکر لاحق ہوئی، جبکہ واقعہ کی اہمیت کا بھی یہی تقاضا تھا، اگر بعد میں بھی ایسے جنگوں کے واقعات رونما ہوتے جن میں قراء و حفاظ شہید ہوتے رہتے تو امت مسلمہ کی اس عظیم نعمت و لازوال دولت سے محروم ہوجانے کا قوی اندیشہ تھا، چنانچہ آپ ؓ نے سیدنا صدیق اکبر ؓ کی توجہ اس جانب کرائی اور آپ نے قرآن پاک کے تمام حصوں کو یکجا طور پر جمع کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ (بخاری، ج۔ ۲، ص: ۷۴۵)

اس سلسلے میں حضرت صدیق اکبر ؓ نے حضرت زید بن ثابت ؓ کو تتبع اور جمع قرآن کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت زید ؓ کو لکھنے اور حضرت اُبی بن کعب ؓ کو لکھانے کا حکم فرمایا۔ انتہائی احتیاط کے پیش نظر ان دونوں حضرات نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جن حضرات صحابہ ؓ کے پاس سے قرآن کریم کے لئے اکٹھا کرتے، ان سے دو گواہ اس بات کے لئے لیتے کہ انہوں نے یہ آیات مبارکہ یا قرآن کا حصہ رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے رسم الخط پر تحریر کیا تھا، اس طرح انتہائی محتاط انداز میں جمع قرآن کا کام انجام دیا گیا۔ یہ نسخہ قرآنی سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آپ ؓ کی وفات تک موجود رہا، آپ کی وفات کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس تا حیات رہا اور آپ ؓ کی شہادت و وفات کے بعد اُم المؤمنین حضرت حفصہ ؓ کے پاس رہا (النشر: ۱/۷) جس حسن انتظام و اہتمام کے ساتھ جمع و کتابت قرآن کریم کی یہ عظیم الشان خدمت خلیفہ اول ؓ نے انجام دی اسے دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں کسی بھی قسم کا کوئی سقم یا ادنیٰ فروگزاشت باقی رہی ہوگی! اس موقع پر حضرت علی ؓ کا وہ مقولہ نقل کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا جس میں انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوبکر ؓ پر رحم فرمائے وہ اولین ہستی تھے جنہوں نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع فرمایا۔" (البرہان، ج: ۱، ص: ۲۳۹) بہر حال اس عظیم الشان ذمہ داری سے فراغت کے بعد اس کے تصدیق شدہ نسخوں کی بکثرت نقلیں شائع کی گئیں، چنانچہ کوئی مقام کوئی شہر ایسا نہ رہا جہاں لوگوں کے پاس مصاحف کے نسخے نہ ہوں۔

۳۔ تیسرا دور دورِ فاروقی خلیفۃ المسلمین ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ قرآن کریم کی نشر و اشاعت کی طرف بطور خاص متوجہ ہوئے، چنانچہ آپ ؓ نے ایک مرتبہ اپنے فوجی افسران کو خط میں لکھا کہ میرے پاس حفاظِ قرآن بھیجو، اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے جواباً لکھا کہ میری فوج میں تین سو حفاظ ہیں۔ امام ابن حزم اندلسیؒ کہتے ہیں کہ: آپ ؓ کے عہد خلافت میں امت کے پاس ایک لاکھ سے زائد قرآن پاک کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے، اسی کے ساتھ باجماعت نماز تراویح کی بنیاد آپ نے ڈالی اور پوری مملکت میں اسے نافذ فرمایا، حفظ قرآن کی تحریک کو آپ کے اس فرمان سے زبردست تقویت حاصل ہوئی، اُمت مسلمہ پر حضرت عمر ؓ کا یہ بڑا احسان ہے کہ آج اس کے پاس قرآن مجید اسی شکل میں ہے جیسا کہ نزول کے وقت تھا، حضرت عمر فاروق ؓ کی برکت سے محفوظ طریقہ پر پہنچ گیا۔

۴۔ چوتھا دور، دورِ عثمانی جب فتوحات اسلامی کا دائرہ وسیع تر ہوا اور جزیرۃ العرب سے باہر مختلف امصار و بلاد کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور لسانِ عرب کے مادری زبان نہ ہونے کے سبب اس کے حروف و الفاظ کے صحیح تلفظ و اداء پر قدرت ان میں عموماً نہیں پائی جاتی تھی، بااین ہمہ خود قبائل عرب میں مختلف لب ولہجہ کا اختلاف کثرت سے موجود تھا جس کی وجہ سے ان میں مختلف طریقہ اداء تلاوت کے وقت بھی پایا جاتا تھا، اگرچہ فی الحقیقت یہ اختلاف خاص عرب قوم یا عربی زبان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، جیسا کہ ابن قتیبہؒ ان اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فالهذلي يقرأ: "عتى عين" والأسدي يقرأ: "تعلمون" بكسر التاء، والتيمي "يهمز" والقريش "لايهمز"۔ (تبيان في مباحث القرآن: ۴۴، طاہر الجزائری) یعنی قبیلہ ہذیل "حتی حین" کو "عتی عین" پڑھتے ہیں، اور اسدی لوگ "تِعلمون" بکسر التاء پڑھتے ہیں، اسی طرح تمیمی ہمزہ کو بالتحقیق پڑھتے ہیں اور قریش ہمزہ نہیں پڑھتے ہیں۔" اسی طرح قبیلہ قیس کے لوگ تانیث کے کاف کا تلفظ شین سے اس طرح کرتے ہیں کہ "قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا" کو "رَبُّشِ تَحْتَشِ سَرِیًّا" پڑھتے ہیں، تمیمی "اَن" کو "عن" ادا کرتے ہیں اور یہی تمیمی "سین" کی جگہ "تا" کا تلفظ کرتے تھے، مثلاً:

• برب الناث، ملک الناثِ پڑھتے تھے۔

قارئین کرام! اب غور فرمائیں کہ جب لب ولہجہ کے اختلاف میں قبائل عرب کا یہ حال تھا، تو اہل عجم کا کیا پوچھنا؟ یوں بھی لب ولہجہ اور زبان کا اختلاف آپ کو ہر دور میں ملے گا۔ اب اگر قرآن کریم کی کتابت و طباعت مختلف انداز، تلفظ اور طرح طرح کے لب ولہجہ کے لحاظ سے ہوتی تو آج ہمارا کیا حال ہوتا؟ امت عظیم اختلاف و تفریق کا شکار ہو کر رہ جاتی، اسی کے ساتھ دوسرا مسئلہ یہ بھی درپیش تھا کہ عوام الناس معلمین سے قرآن سیکھتے، پڑھتے اور دوسروں کو تعلیم دیتے رہے، ان معلمین میں بعض تعلیم کے وقت کچھ تشریحی و توضیحی کلمات کا اضافہ بھی کرتے تھے اور معلمین بعض مرتبہ اسے قرآن کا جزو سمجھ کر محفوظ کرلیتے تھے۔ مثلاً:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔" حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ نے اپنے ذاتی نسخہ میں "فی مواسمِ الحج" کے الفاظ لکھے تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایام حج میں تجارت کر کے کچھ مالی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اب ظاہر بات ہے کہ یہ اضافہ محض توضیح و تشریح کی غرض سے تھا۔ اسی طرح ہر تلفظ کی ادائیگی کے لئے نے جو اجازت دی تھی، اس میں بھی مبالغہ ہونے لگا اور نوبت سخت قسم کے اختلافات "کَفَّرَ بعضهم بعضا" تک پہنچنے لگی۔ چنانچہ عہد عثمانی میں فتح آرمینیہ اور آذربائیجان ۳۰ھ کے وقت شام اور عراق کی فوجیں ایک جگہ جمع تھیں، ان دونوں کی قرآت میں تشویشناک حد تک اختلاف پایا گیا، ہر شخص اپنی قرآت کو دوسرے سے افضل قرار دیتا۔ اس جنگ میں دیگر اصحاب ؓ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ بھی تھے، انہوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہیں سخت تشویش ہوئی، پوری تفصیل (بخاری شریف صفحہ: ۷۴۶) میں موجود ہے، اسی طرح مشکوۃ، باب فضائل القرآن، ص: ۱۹۳، النشر، جلد: ۱، ص: ۷) میں مذکور ہے، جبکہ امام شاطبیؒ نے علامہ دانیؒ (متوفی: ۴۴۴ھ) کی کتاب "المقنع" کو نظم کرتے ہوئے اپنے قصیدۂ رائیہ کے شعر نمبر: ۳۱ سے نمبر: ۳۴ تک کے چار اشعار میں اس کو بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت حذیفہ ؓ کو اس سے بڑا دکھ ہوا اور واپس ہو کر آپ نے خلیفۂ وقت حضرت عثمان ؓ سے یہ واقعہ بیان کر کے ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ قرآت کو رسم الخط کا پابند اور اضافہ جات کو حذف کیا جائے اور جمع شدہ قرآن سب کے روبہ رو لایا جائے۔ حضرت عثمان ؓ نے حضرت حذیفہ ؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور اُم المؤمنین حضرت حفصہ ؓ کے پاس سے عہد صدیقی کا جمع کردہ قرآن مجید منگوا کر حضرت زید بن ثابت ؓ حضرت عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام ؓ کو اس کام پر مقرر فرمایا۔ (بخاری شریف، ج: ۲، ص: ۷۸۴) ان حضرات کو حضرت عثمان ؓ کی طرف سے یہ تاکید کی گئی کہ اس رسم الخط میں تمام قرآت متواترہ ثابت ہوں، امام سیوطیؒ الاتقان، جلد: ۲۔ ص: ۲۸۹ میں لکھتے ہیں کہ جہاں تک مشہور اور مختلف قرآت کا تعلق ہے، جیسے: اَوْصٰی اور وَصّٰی، تجری تحتھا اور من تحتھا، سیقولون اللہ اور سیقولون لِلّٰہِ، فتبیّنوا۔ اور فتثبتوا، وغیرہ" یہ سب قرأتیں حضرت عثمان ؓ کے مصحف میں موجود تھیں اور چونکہ اس میں نقطے اور اعراب نہیں تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بعض الفاظ کو جن میں مختلف قرأت تھیں انہیں کئی طریقے سے پڑھا جاسکتا تھا۔ قرأت متواترہ کو ثابت اور باقی رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی اجازت خود حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ "إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه۔" (متفق علیہ، بخاری، ج: ۲، ص: ۷۴۷، صحیح مسلم۔ ج: ۱، ص: ۲۷۲)

دوسری تاکید یہ تھی کہ دورانِ تلاوت جہاں اختلاف ہوا اور مشکل پیش آئے وہاں لغت قریش کو ترجیح دیتے ہوئے اسی کے مطابق لکھا جائے، کیونکہ قریش ہی کی لغت میں قرآن نازل ہوا ہے، چنانچہ قرآت قرآن کے بارے میں یہی اختلاف و نزاع حضرت عثمان ؓ کے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنے و کتابت کا حکم فرمانے کا اساسی و بنیادی سبب تھا۔ اس مہتم بالشان خدمت قرآن کی تکمیل کے بعد مشہور قول کے مطابق قرآن مجید کے پانچ نسخے لکھے گئے۔ (الاتقان: ۱/ ۱۰۴) یہ نسخے مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، شام، بصرہ اور کوفہ روانہ کئے گئے۔ دراصل سیدنا عثمان ؓ کا منشا یہ تھا کہ صرف تحریر کردہ قرآنی نسخوں ہی پر قناعت نہ کی جائے، بلکہ براہِ راست و بالمشافہ صحابہ کرام ؓ کی زبان سے قرآن سن کر اپنے سینوں میں محفوظ کرلیں، اس لئے حضرت عثمان ؓ جب کہیں کوئی قرآنی نسخہ روانہ فرماتے تو اس کے ساتھ ایک معلم و قاری بھی بھیجتے تھے۔ اس لئے مذکورہ پانچوں شہروں کے لئے ممتاز صحابہ کرام ؓ معلم اور نگران مقرر کئے گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم میں صرف قرآنی نسخے کا پڑھ لینا یا مطالعہ کرلینا کافی نہیں، بلکہ کسی ماہر و مشاق معلم سے بالمشافہ سیکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت ؓ کو مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن سائب ؓ کو، شام میں حضرت مغیرہ بن شہاب ؓ کو، بصرہ میں حضرت عامر بن عبد اللہ القیس ؓ کو اور کوفہ میں حضرت عبد الرحمن السلمی ؓ کو نگراں مقرر کیا گیا۔ (مناہل العرفان: ۱، ص: ۳۹۶-۳۹۷) اور ایک نسخہ آپ نے اپنے لئے خاص فرمایا جسے "مصحف امام" کہا جاتا ہے، اس طرح کل تعداد ان مصاحف کی چھ ہوگئی۔ پھر بعض نے تعداد آٹھ بتائی ہے، اس اعتبار سے ساتواں بحرین اور آٹھواں یمن ارسال فرمایا۔ بعض کے نزدیک آپ نے ایک نسخہ مصر بھی روانہ فرمایا۔ (النشر: ۱، ص: ۷)

قرآنیت کے اصول ثلاثہ میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس قرآن کا رسم الخط مصاحف عثمانی کے مطابق ہوگا وہی قرآن کہا جائے گا، اس کے خلاف جائز نہیں۔ قرآن مجید کو مصحف کا نام سب سے پہلے حضرت ابوبکر ؓ کے دور خلافت میں دیا گیا، چنانچہ محمد بن عبد اللہ بن اشتہ متوفی ۳۶۰ھ اپنی کتاب "المصاحف" میں بطریق موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن کریم کو جمع کر کے اوراق پر لکھا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اس کا کوئی نام مقرر کیا جائے، بعض حضرات نے "السِّفر" (پیغامات) تجویز کیا، آپ نے فرمایا: یہ یہود کا تجویز کردہ نام ہے، بعض نے حبشہ میں رائج نام یعنی "المصحف" تجویز کیا جس پر اتفاق ہوگیا اور قرآن مجید کو "المصحف" کہا جانے لگا۔ سیدنا حضرت عثمان ؓ نے مذکورہ بالا علاقوں میں مصاحف روانہ کر کے یہ حکم جاری فرمایا کہ اس کے علاوہ جس کے پاس بھی ذاتی قرآن کے نسخے موجود ہوں وہ حکومت کو بھیج دیئے جائیں، چنانچہ دوسرے تمام نسخے تلف کردیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کا یہ فیصلہ بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی تھا، کیونکہ بعد میں ان نسخوں کا وجود امت میں زبردست افتراق و اختلاف کا سبب بن سکتا تھا، عہد رسالت مآب ﷺ سے جس قدر دوری ہوتی جاتی، اسی قدر یہ نسخے امت مسلمہ کے لئے زیادہ مضر ثابت ہوتے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن کریم کے جن کلمات میں ایک سے زائد قرائتیں متواتر دلیل سے ثابت نہیں تھیں، ان کو ایک ہی طرح سے لکھا جاتا تھا، لیکن جن کلمات قرآنی میں بدلیل تواتر ایک سے زائد قرأتیں تھیں، ان تمام قراتوں کا اظہار صرف ایک ہی رسم الخط کے ذریعہ ہر جگہ ممکن نہ تھا، اس لئے کتابت کرنے والے ایسے تمام کلمات کو ایک نسخہ میں ایک متواتر قرآت کے اظہار کے لئے ایک طرح اور دوسرے نسخہ میں دوسری متواتر قرآت کے اظہار کے لئے دوسری طرح اور تیسری متواتر قرآت کے اظہار کے لئے تیسرے نسخے میں تیسری طرح لکھنے پر مجبور تھے، اس مجبوری میں مصاحف میں تعدد ناگزیر تھا۔ بہر حال حضرت عثمان ؓ کے اس اقدام کو سب حضرات نے بڑی وقعت اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، قرآن کریم کے ذاتی و انفرادی نسخوں کے معدوم کئے جانے کا اقدام آپ ؓ نے صحابہ کرام ؓ کے مشوروں کے بعد کیا تھا، چنانچہ حضرت علی ؓ فرمایا کرتے تھے کہ: سیدنا عثمان ؓ کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو، بخدا آپ نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ بھی کیا وہ ہمارے مشورے کے مطابق اور ہماری موجودگی میں کیا۔ (الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۰۳) بعض نے کہا کہ حضرت سوید بن غفلہ ؓ کا بھی یہی قول ہے۔ بہر حال ان مصاحف عثمانی میں نقطے اور اعراب نہیں تھے جن کا فائدہ یہ تھا کہ مختلف قرآت پڑھی جاسکتی تھیں، نیز ان میں آیات اور سورتوں کی بعینہ وہی ترتیب تھی جو کہ موجودہ قرآنی نسخوں میں ہے۔ اس امر میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن مجید کے سوا دنیا کی کسی کتاب کی حفاظت کے لئے وہ اہتمام نہیں کیا گیا جو قرآن کے حصے میں آیا، قرآن کریم کے سوا دنیا میں کوئی کتاب بطریق تواتر انسانوں تک نہیں پہنچی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ

یعنی باطل اس قرآن میں نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے (کسی راہ سے جگہ نہیں پاسکتا) یہ حکمت والے، سزاوار حمد و ثنا کا نازل کردہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے لفظاً و معنیً، رسماً و کتابۃً ہر اعتبار سے خود اللہ ہی محافظ ہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان ؓ کا امت مسلمہ پر یہ عظیم احسان ہے کہ آپ نے رسم الخط و کتابت کی حد تک قرآن کریم میں وحدت کا رنگ پیدا کردیا۔ "فجزاه الله عن أمة محمد خير الجزاء۔" دور حاضر میں عالم اسلام میں جو مصاحف کہ مروج اور متداول ہیں، ان میں بیشتر کا رسم عموماً مصاحف عثمانیہ کے رسمِ عثمانی کے مطابق ہے، چاہے وہ مصحف حفص ہو کہ زیادہ تر مصر، شام یا سعودیہ میں رائج ہے، جسے مصحف مشارقہ بھی کہا جاتا ہے، یا وہ روایت "ورش" اور "قالون" والا مصحف ہو جسے مصحف مغاربہ کہا جاتا ہے اور مراکش، الجزائر اور موریطانیہ وغیرہ میں متداول ہے، یا وہ مصحف نستعلیق ہو جو برصغیر میں مطبوع اور معمول بہ ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ قرآن کریم کی ایسی خصوصیات اور کمالات ہونے کے باوجود اگر کوئی اس کلام ربانی میں گرامر کی غلطی کہے یا کاتبین کی غلطی کہے تو سراسر گمراہی و کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے قرآن کو ایسا نازل کیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے خود آیات کی ترتیب فرمائی، صحابہ کرام ؓ نے اسے جمع فرمایا تو پھر اس میں کسی بھی قسم کا نقص کیسے پایا جاسکتا ہے یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

اسلام کیا ہے؟

عقیدہ آخرت اور جبر و قدر

ڈاکٹر محمد فاروق خان

(14)

سوال: کسی فرد کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نہ صرف اس کے اعمال کا پورا پورا ریکارڈ رکھا جائے، بلکہ ہر عمل کے پیچھے اس کی نیت اور ارادے کا ریکارڈ بھی موجود ہو۔ پھر اس عمل کے نتیجے میں ہونے والے اچھے اور برے اثرات کا بھی پورا پورا ریکارڈ رکھا جائے۔ سوال یہ ہے کہ سب کچھ تو ناممکن حد تک مشکل ہے۔ یہ آخر ہوگا کیسے؟

جواب: خالق کائنات کے لیے ایسا نظام کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ آج انسان نے بھی چھوٹی سطح پر یہ معلوم کرلیا ہے کہ ہر فرد کے ذہن کا دنیا کا پورا ریکارڈ محفوظ ہوتا رہتا ہے۔ جدید نفسیات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ کسی انسان کی نیتوں اور وسوسوں میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوتا، بلکہ وہ لاشعور کا حصہ بن جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات بہت چھوٹے پیمانے پر یہ ریکارڈ نکال کر رکھ دیتے ہیں۔

اس طرح آج ٹیپ ریکارڈ کی ایجاد نے یہ واضح کردیا ہے کہ کسی بھی فرد کے قول کو بعینہ دہرایا جاسکتا ہے۔ ویڈیو کی ایجاد نے یہ دکھا دیا ہے کہ کسی بھی انسان کے سابقہ عمل کو پوری جزئیات کے ساتھ، محفوظ رکھا جاسکتا ہے، بلکہ انسان کے بدن سے نکلنے والی غیر مرئی شعاعوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کے ایک ایک لمحے اثر کائنات کی کتاب پر رقم ہو رہا ہے۔ چنانچہ جب انسان ایک چھوٹے پیمانے پر اتنا کچھ کرسکتا ہے، تو کیا خالق کائنات پوری انسانیت کے ساتھ یہ عمل نہیں دہرا سکتا؟

سوال: کیا کھربوں انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا، جزا و سزا کے لیے ناقابل یقین حد تک پھیلی ہوئی جنت اور دوزخ تیار کرنا مشکل امر نہیں ہے؟

جواب: اس خدا نے انسان جیسی مخلوق کو پہلے ہی پیدا کردیا ہے۔ اس نے جنت اور دوزخ کا پورا میٹریل پہلے ہی سے پیدا کر کے ہمیں دکھا دیا ہے۔ اس خالق کی ان قدرتوں کو دیکھتے ہوئے اس میں کیا مشکل ہے کہ جس نے ایک دفعہ انسان کو پیدا کیا، وہ دوسری دفعہ بھی اس کو پیدا کردے جس نے اتنی وسیع و عریض کائنات بنائی، اس کے لیے ان میں جنت و دوزخ بنانا کیا مشکل ہے؟

سوال: ہم جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کروڑوں انسان ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اسلام کا نام بھی نہیں سنا ہوگا، اربوں ایسے ہیں جنہوں نے اسلام کا نام تو سنا ہوگا۔ لیکن انہیں یا تو اسلام کا پیغام بہت ناقص انداز میں پہنچا ہوگا، یا انہوں نے اسلام کے دشمنوں ہی سے اسلام کے متعلق کچھ سنا ہوگا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک دعوت پر غور و فکر کرتے ہوئے اپنے پرانے عقیدے کو چھوڑ کر نیا عقیدہ اختیار کرتے ہوئے انسان کو ایک لمبا عرصہ چاہیے ہوتا ہے۔ چنانچہ بے شمار انسان ایسے بھی ہوں گے جنہیں یہ مہلت نہیں ملی ہوگی۔ اسی طرح آج کی دنیا میں بے شمار غیر مسلم ایسے بھی ہوں گے جو موجودہ مسلمانوں کو اسلام کا نمائندہ خیال کرتے ہوئے، ان کے کردار سے متنفر ہو کر اسلام ہی سے متنفر ہوگئے ہوں گے، اور انہوں نے اپنے دل کے دروازے اسلام کے لیے بند کرلیے ہوں گے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں زمین پر رہنے کے لیے بہت کم وقت ملا۔ یوں وہ دعوت دین پر غور و فکر سے پوری طرح بہرہ مند نہ ہوسکے۔ اسی طرح بہت سے غیر مسلم ایسے بھی ہیں جنہوں نے مخلوق خدا کو بہت فائدے پہنچائے ہیں۔ کیا یہ سب محض اس لیے جہنم کا ایندھن بنیں گے کہ یہ کسی مسلمان کے گھر پیدا نہیں ہوئے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے ہاں مکمل، خالص اور بے لاگ انصاف ہے، اس لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بندوں کو ایسی بات پر سزا دے، جس میں ان کا عملاً کوئی قصور نہیں۔ دراصل اللہ نے انسان کو سیدھا راستہ بتانے کے لیے گونا گوں طریقوں سے کام لیا ہے، جن میں تین سب سے زیادہ اہم ہیں، یعنی عقل و شعور، نفس لوامہ اور پیغمبروں کی وحی۔

بے شک ان میں بنیادی حیثیت عقل و شعور کو حاصل ہے اور تکمیل پیغمبر کی وحی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جہاں پیغمبر مبعوث ہوجائے تو جن لوگوں کو اس کی دعوت سننے اور پرکھنے کا پورا موقع مل جائے، ان پر اس دنیا میں مکمل اتمام حجت ہوجاتا ہے، اور پھر آخرت میں وہ اپنی نافرمانی کے لیے اللہ کے ہاں کوئی معذرت پیش نہیں کرسکتے۔ یہ بات سورہ اعراف کی پہلی دس آیتوں میں، بڑی وضاحت سے، بیان کی گئی ہے۔

اس طرح جس فرد کو اسلام کا پیغام، پیغمبر کی امت کے ذریعے سے مل جائے، اور اس کے سامنے اسلام کے اجتماعی و انفرادی نظام عدل کا پورا پورا نمونہ، ایک اسلامی ریاست کی شکل میں موجود ہو، تو گویا اس کو بھی یہ پیغام کافی حد تک پہنچ گیا ہے۔

اس کے بعد انسان، ہدایت کے اعتبار سے بے شمار طبقات میں تقسیم ہوجاتے ہیں مثلاً ایک فرد کو اسلام کی دعوت تو پوری طرح مل گئی، مگر اس کے سامنے اس دین کا کوئی عملی نمونہ نہیں ہے، یا پھر اس کو دعوت پوری نہیں ملی، یا دین کا پیغام، ناقص طریقوں، ناقص لوگوں کے ذریعے سے ملا، یا اس کے پاس اپنے شکوک و شبہات رفع کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ایسے سب لوگوں سے اللہ ان کے حالات کے اعتبار سے رعایت کا معاملہ کرے گا۔ یہ بات بھی قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے کہ "اس باب میں ہم ہر ایک کو اس کی استطاعت ہی کے مطابق ذمہ دار ٹھہراتے ہیں"۔ (سورہ الاعراف: ۴۲)

باقی رہے وہ لوگ جنہیں اسلام کی دعوت نہیں ملی، ان کے متعلق قرآن مجید کا کہنا یہ ہے کہ ان سے دو چیزوں کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ پہلی چیز توحید ہے، جس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ اس کی شہادت کو اللہ نے انسان کی فطرت میں، براہ راست رکھ دیا ہے۔ (سورہ الاعراف: ۱۷۲۔ ۱۷۳) اگر انسان اپنے عقل و شعور کا صحیح استعمال کرے تو یہ لازم ہے کہ اسے ایک اور صرف ایک منعم حقیقی اور خالق کائنات کا شعور حاصل ہوجاتا ہے۔

دوسری چیز، جس کے بارے میں ہر انسان سے حساب لیا جائے گا، وہ ان عالمگیر سچائیوں اور اس طرز عمل کے بارے میں ہے جن پر انسان کا نفس لوامہ، خود شاہد ہے۔ انسان کے اندر موجود یہ طاقت ہر وقت انسان کو امانت، دیانت، رزق حلال، محنت، حسن سلوک، خدمت اور دوسری نیکیوں پر ابھارتی ہے، اور ہر برائی مثلاً جھوٹ، فریب، دغا بازی، چوری، لڑائی، جھگڑے، قتل اور نفسانیت سے روکتی ہے۔ یہ چیزیں اللہ نے انسان کی فطرت میں براہ راست رکھی ہوئی ہیں۔ ان سب چیزوں کا حساب، اللہ کے دربار میں، پورے انصاف کے ساتھ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرعون نے موسیٰؑ سے پوچھا کہ اس کے آبا و اجداد کا کیا ہوگا تو موسیٰؑ نے جواب دیا کہ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ (سورہ الاعراف: ۴۶)

ہر انسان کی عمر کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ رعایت فرمائے گا۔ قرآن مجید کے مطابق چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقل اور شعور بالکل پختہ ہوجاتے ہیں اور بہت سے معاملات میں اس کا عذر قابل قبول نہیں رہتا۔

اسی طرح جن غیر مسلموں نے مخلوق خدا کے فائدے کے کام کیے ہیں، اور حق کے معاملے میں سچے طالب علم بھی ثابت ہوئے تو ان پر اللہ، ان کے حالات کے لحاظ سے، نظر کرم فرمائے گا۔

سوال: عام مسلمانوں کے متعلق بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا محض اس وجہ سے، وہ قرب الٰہی کے مستحق ٹھہریں گے کہ کسی مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے؟

جواب: قیامت کا پیمانہ دنیا کے پیمانے سے بہت مختلف ہوگا۔ دنیا میں اگر کوئی فرد چند قانونی ضرورتیں پوری کرلے تو اسے مسلمان تسلیم کرلیا جاتا ہے، لیکن قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی حقیقی عقیدے، خدا کے دین کے لیے اس کی جدوجہد اور اس کے حقیقی اعمال کے لحاظ سے، اس کا حساب کتاب ہوگا۔ نفاق، بے شعوری اور بے عملی کی اصل کیفیت کا علم وہیں ہوگا۔

سوال: دنیا میں ہر سال ہزاروں افراد خودکشی کرلیتے ہیں۔ کیا اس سے یہ مطلب نکالنا صحیح ہوگا کہ زندگی سے محبت لازمی نہیں ہے؟

جواب: زندگی سے ہر انسان کو، لازماً محبت ہوتی ہے۔ اگر کسی ایسے انسان سے، جو کلفتوں، مصیبتوں یا اپنے کرتوتوں کی وجہ سے، خودکشی کا مصمم ارادہ کرچکا ہو، یہ کہا جائے کہ اس کی مصیبتیں ختم ہوسکتی ہیں اور اس کے کرتوت فراموش کیے جاسکتے ہیں، تو وہ ایک دم خودکشی کا ارادہ ترک کردے گا۔ دراصل ایسے لوگ ویسے زندگی نہیں چاہتے جیسے ان کو مل گئی ہو۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا کی زندگی دار الجزا نہیں، بلکہ دار الامتحان ہے۔ گویا، خودکشی، فطرت کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

خودکشی کی ایک دوسری قسم وہ ہے۔ جس میں انسان کسی دماغی بیماری (مثلاً ڈپریشن یا شیزوفرینیا) کے سبب اپنی جان لے لیتا ہے۔ ایسے لوگوں پر کوئی مواخذہ نہیں، اس لیے کہ ان کا ذہن، ان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

سوال: تمام اچھے انسان ایک جیسے انعام کے مستحق نہیں ہوتے اور تمام برے انسان ایک جیسی سزا کے مستحق نہیں ہوتے، تو کیا جنت و دوزخ میں مختلف طبقات ہوں گے؟

جواب: جی ہاں، جنت و دوزخ میں طبقات اور درجات ہوں گے، کیونکہ ہر انسان کے ساتھ بے لاگ انصاف ہوگا۔ جن لوگوں نے اپنی پوری زندگی خدا کے دین کی سعی و جدوجہد میں بسر کی ہوگی، وہ سب سے اونچے درجے کے مستحق ہوں گے۔ انہیں قرآن میں سابقون کہا گیا ہے۔ اس کے برعکس، جہنم کے بدترین درجے ان منافقوں اور منکرین حق کے لیے مخصوص ہوں گے، جنہوں نے اسلام کی مخالفت میں اپنی زندگی کھپائی ہو گی۔ اسی طرح جس کی جتنی بھی اچھائیاں یا برائیاں ہوں گی، اسے ان کے مطابق درجات ملیں گے۔

سوال: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے بارے میں بہت تفصیل سے بتایا ہے۔ وہاں کے میوے، محلات، پاکیزہ بیویاں، حوریں، خدمت کے لیے غلمان، اعلیٰ ترین لباس، کامل سکون و اطمینان اور وہاں کے چشموں کے مشروبات کی تفصیل: سوال یہ ہے کہ اتنی تفصیل کی ضرورت کیا تھی؟

جواب: اس عارضی دنیا میں جو چیزیں انسان کو خدا اور آخرت سے بیگانہ رکھتی ہیں، وہ بنیادی طور پر زن، زر اور زمین ہیں۔ یعنی نفسانی خواہشات کی مکمل تسکین، طاقت و اقتدار اور انعام و اکرام۔ جب انسان اسی دنیا کی زندگی کو سب سمجھ لیتا ہے، تو وہ دن رات انہی چیزوں کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگ جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس جدوجہد کے نتیجے میں اسے یہ سب چیزیں بھی حاصل ہوجائیں، کیونکہ ان ناتمام اور غیر کامل دنیا میں تمام خواہشات کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ تاہم، اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان آخرت کو فراموش کردیتا ہے اور اس کی زندگی خسارے کا ایک سودا بن کر رہ جاتی ہیں۔

چنانچہ، قرآن مجید نے بڑی تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی تقویٰ و خشیت الٰہی کے ساتھ گزاری جائے، تو نہ صرف یہ کہ دنیا کی زندگی بھی اچھی گزرے گی بلکہ وہ سب خواہشیں، جس کا انسان تصور کرسکتا ہے، آخرت میں پوری ہوجائیں گی۔ اس طرح قرآن چاہتا ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کے مقابلے میں آخرت کی نعمتیں اور آسائشیں ہماری نگاہ کا مرکز بن جائیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ احوال قیامت اور جنت و دوزخ کے بارے میں قرآن مجید میں سارا ذکر متشابہات کی نوعیت کا ہے۔ ان کی اصل عظمت و رفعت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ البتہ، ہم اتنا جانتے ہیں کہ وہاں کی نعمتیں ہمارے تصورات سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ ہوں گی۔

(جاری)

محدثِ دکن پیر طریقت ابوالحسنات
سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادریؒ

محمد الیاس احمد نقشبندی قادری
فون نمبر: 9704077444

جیسا کہ آفتاب ایک مقررہ وقت پر طلوع ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہے، پھر مقررہ وقت پر غروب ہوجاتا ہے لیکن غروب ہونے سے قبل وہ اپنا اثر عالم پر چھوڑ جاتا ہے۔ ایسا ہی سرزمین دکن سے ایک علم کا آفتاب طلوع ہوا جس کی روشنی بڑھتے بڑھتے جب کامل ہوگئی تو ''زجاجۃ المصابیح'' سے زمانے پر ظاہر ہوگئی، اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق آفتاب کو غروب ہوئے کئی سال گزر گئے لیکن اثر عالم پر برقرار کا برقرار ہے۔ کیسے بھول سکتے ہیں وہ لاکھوں لوگ جن کے دلوں میں سوائے عشق الٰہی کے سب کچھ تھا پھر ایک انقلاب سا آیا اور دلوں میں اللہ اللہ کی صدا اب تک گونج رہی ہے۔ جب آپ کے تصانیف کو پڑھتے ہیں تو آنکھ سے آنسو اس طرح رواں ہوتے ہیں جس کی باندھ نہیں ہوتی، کبھی خوفِ الٰہی سے دل لرز جاتے ہیں تو کبھی محبت الٰہی میں جھوم جاتے ہیں۔ ایک طرف نصیحت سے عمل کا جوش ہوتا ہے تو دوسری طرف حکایت سے دل زندہ ہو اٹھتا ہے۔ اِن بزرگ ہستی کا اسم مبارک ''سید عبداللہ'' اور کنیت 'ابوالحسنات'، آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی سید مظفر حسین، آپ کا نسب شریف پینتالیس واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ تک پہنچتا ہے، آپ نجیب الطرفین سادات ہیں۔ آپ کی ولادت سعادت یوم جمعہ دس ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ صبح پانچ بجے شہر حیدرآباد میں ہوئی، غور طلب بات ہے کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب رات کی تاریکی ٹوٹتی ہے اور فضا طلوع آفتاب کا اشارہ کرتی ہے، اسی طرح دکن کی فضا اشارہ کررہی تھی کہ آفتابِ علم طلوع ہونے والا ہے اور فضا کہہ رہی تھی:

مرحبا مرحبا دکن تجھ میں چمکتا ہے اب ایک علم کا آفتاب
لاکھوں دل کے نابینا ہونگے اب روشنی سے اسکے سیراب

آپ کے آباء کرام کا وطن قدیم قصبہ نلدرگ ضلع عثمان آباد، مہاراشٹرا تھا، آپ کے والد بزرگوار مولانا حافظ سید مظفر حسین صاحبؒ عہد طفولیت میں بغرض حصول علم نلدرگ سے شہر حیدرآباد تشریف لائے اور علوم متداولہ کے علاوہ علوم دینیہ تفسیر، حدیث اور فقہ میں بھی مہارت حاصل کی اور طریقت میں نقشبندی طریقہ میں حیدرآباد کے معروف صوفی اور ولی کامل حضرت مسکین شاہ نقشبندی قدس سرہ سے سلوک طے فرما کر خلافت حاصل فرمائی۔

حضرت محدثِ دکن کی زندگی پر اگر ابتدا سے آخر تک نظر ڈالی جائے تو یقیناً احساس ہوگا کہ ہر قدم پر ایمان کی روشنی ہے جو قدم بہ قدم بڑھتی جارہی ہے۔ چنانچہ بچپن سے ہی آپؒ کے اخلاق میں ادب اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس ضمن میں آپ کی والدہؒ فرماتی تھیں کہ نہ تو کبھی آپ نے کسی بات پر ضد کی اور نہ کوئی بات ٹالی حتیٰ کہ اگر مدرسہ کے لئے دیر ہورہی ہو اور کھانے کے لئے کچھ میسر نہ ہو تو صرف روٹی کو شپاری کے ساتھ کھا لیتے اور خوشی خوشی مدرسہ چلے جاتے۔ آپؒ کی تعلیم کا آغاز ایک بزرگ ہستی سے ہوا حضرت عاقبت شاہ صاحبؒ جو ایک عرصہ سے شہر حیدرآباد میں مقیم تھے آپ کو ''بسم اللہ'' پڑھائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ خواب میں حضور سرور کونین ﷺ کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ ''عاقبت شاہ کب تک تم ہم سے دور رہوگے'' چنانچہ خواب کے بعد حضرت عاقبت شاہؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور چند دن بعد آپ کا وصال ہوگیا اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت محدثِ دکنؒ کی تعلیم جن بزرگ ہستیوں کے فیض سے پروان چڑھی ان میں قابل ذکر خود حضرت کے والد محترم حضرت سید مظفر حسین شاہ صاحبؒ جنہوں نے آپ کی ابتدائی اور فارسی تعلیم میں سرپرستی فرمائی، اور علم معقول و منطق مولانا منصور علی خان صاحبؒ اور اس زمانے کے مشہور فلسفی علماء سے حاصل کیا، شرح جامی وتفسیر اور دیگر علوم مولانا انوار اللہ خان صاحبؒ (بانی جامعہ نظامیہ) سے حاصل کیا اور فقہ اور اصول مولانا حبیب الرحمن صاحب سہانپوریؒ سے اور علم حدیث و ادب مولانا حکیم عبدالرحمن صاحب سہانپوریؒ سے حاصل کیا۔ غرض ان بزرگوں سے آپ نے جملہ علوم دینی اور ضروری کی تکمیل فرمائی اور فطری صلاحیت و وسعت سے شہر کے علماء میں شمار کئے جانے لگے۔

حضرت محدث دکن نے اپنے طالب علمی کے آخری دور میں ہی درس کا سلسلہ شروع کردیا تھا اور اس کام کے لئے کوئی اجرت قبول نہیں فرماتے، آپ کے درس کا طریقہ اتنا آسان تھا کہ جو کوئی آپ کے درس میں شریک ہوتا تو پھر اس کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بچپن میں آپ کے والد ماجد کے پیرومرشد حضرت مسکین شاہ صاحبؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے لیکن علمی مصروفیت کی وجہ حضرتؒ کے فیضان سے سیراب ہونے کا موقعہ نہ مل سکا۔ جب تک آپ اپنی پوری توجہ حصول سلوک کی طرف فرماتے حضرت مسکین شاہ صاحبؒ کا وصال ہوچکا تھا۔ اسی دور میں حضرت شاہ صاحب بخاریؒ کے فیض کی دھوم مچی ہوئی تھی، آپ نے بھی حضرت بخاری شاہ صاحبؒ کی مریدی میں داخل ہوکر سلوک کی منزلیں طے فرمائی اور ضروریات زندگی کے بعد جو بھی وقت ملتا آپ ذکر میں مصروف رہتے اور ہروقت مراقبہ میں نظر آتے۔ حضرت بخاری شاہ صاحبؒ کی حیات مبارک تک آپ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ بلا لحاظ موسم آپ فجر کی نماز اپنے پیرومرشد کے ساتھ ادا کرنے چار میل کا سفر پیدل طے کرکے جاتے تھے۔ پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ذکر میں مشغول ہوجاتے اور یہ سلسلہ کم وبیش ۲۰ سال جاری رہا۔ حضرت بخاری شاہ صاحبؒ نے آپ کی فطری صلاحیت، قبول تجلیات و اتباع سنت و ریاضت و مجاہدات کے اعتبار سے اپنی خاص توجہ فرمائی اور آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ایک ایسا عظیم سلسلہ گویا کہ دو شہر روحانیت کے ملتے ہوں، پورا عالم روحانیت کا بسا ہوا ہے، یہ سلسلہ نقشبندیہ شیخ احمد سرہند رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوکر رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور سلسلہ قادریہ حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ رسول ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوکر رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

آپ کی زندگی پر غور کیا جائے تو ہر اہل علم کے لئے سمجھنا آسان ہوجائیگا کہ آپ بھی اپنے پیرومرشد شیخ احمد سرہندیؒ کی طرح مجدد ہوئے، جیسا کہ مجدد کا فیض عالم اسلام میں ہمیشہ کے لئے جاری وساری ہوجاتا ہے، ہر مجدد کے حیات طیبہ کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر سو سال میں جو برائیاں عالم اسلام میں داخل ہوجاتی ہیں اسکو دور کیا جائے اور ان فرامین رسول ﷺ کو جو مسلمان علم نہ ہونے کے سبب چھوڑ دیئے ہیں پھر سے عام کریں، آپ محدثِ دکنؒ کی تقدیر میں ''زجاجۃ المصابیح'' جیسا عظیم کارنامہ انجام ہونا تھا اور ان سنن رسول ﷺ کو جو مسلمان ترک کررہے تھے ایک نئی زندگی عطا ہونی تھی، آپ نے ہر سنت کو عمل کے ساتھ ظاہر کیا۔ حضرت قبلہؒ کی مبارک زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں تو ایک عظیم بزرگ ہستی اور اولیاء اللہ کی صفت نمایاں ہوتی ہے۔

حضرت محدث دکنؒ نے تاحیات بے شمار سنت کو نہ صرف روشن کیا بلکہ آپ کا ہر قدم سنت ہی کے مطابق ہوتا۔ اس کا سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ چنانچہ آخری بار جب آپؒ شہر کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے تو علالت کی وجہ قدم اٹھتے نہ تھے اور آپ گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھتے تھے، ایسا ہی رسول اللہ ﷺ آخری بار مسجد نبوی تشریف لے گئے تو علالت کی وجہ سے قدم مبارک اُٹھتے نہ تھے اور آپ ﷺ سہارے کے ساتھ پیر اٹھائے بغیر چلتے تھے۔ حضرت محدث دکنؒ کی علالت کی خبریں تو کافی دن سے گشت کررہی تھیں، آخرکار ۱۹/ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۷/اگست ۱۹۶۴ء صبح ۸ بجے حضرتؒ کی روح مبارک عالم بالا کو روانہ ہوئی۔ اور آپ کے وفات کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی دیکھتے ہی دیکھتے دو لاکھ سے زائد افراد آخری دیدار کے لئے جمع ہوگئے۔ حضرت کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ عیدگاہ میں اگلے دن ادا کی گئی اور آخری دیدار کیلئے مریدین ومعتقدین کا سلسلہ رات بھر چلتا رہا، لوگ فجر کی نماز سے ہی عیدگاہ میں جماع ہونا شروع ہوگئے اور عیدگاہ کے تمام راستے انسانی سروں کا سمندر نما منظر پیش کررہے تھے۔ ٹھیک دس بجے دن حضرتؒ کے فرزند و جانشین الحاج حضرت ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں زائد از ڈھائی لاکھ افراد نے شرکت کی اور آپ کی تدفین نقشبندی چمن (مصری گنج) میں عمل میں آئی اور آج بھی آپؒ کے مزار مبارک پر لوگ فیض پاتے ہیں۔

حضرت کی سب سے بڑی اور آفتاب جیسی روشن کرامت ''زجاجۃ المصابیح'' جو آقا ﷺ کی حدیثوں کا ایک قیمتی ذخیرہ ہے آپ نے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کے مسلک کو صحیح احادیث اور قرآن کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ آپ کا یہ کارنامہ عربی زبان میں ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہے جس میں ہزار ہا احادیث کو یکجا کیا ہے اور ہر حدیث کے بعد حضرتؒ نے ضرور اس کے مطابق سند کو بیان کیا ہے، حضرت نے صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو بھی جمع فرمایا جو آج بھی ملک و بیرون ملک قبول و مقبول ہے۔ زجاجۃ المصابیح کے علاوہ حضرت کے مشہور و معروف کتب 'گلدستہ طریقت (سورہ یوسف کی تفسیر)' 'میلادنامہ' 'قیامت نامہ' 'شہادت نامہ' 'معراج نامہ' 'فضائل نماز' 'فضائل رمضان' 'مواعظ حسنہ' 'علاج السالکین' و دیگر کتب آسانی سے دستیاب ہیں۔

حضرت محدّث دکنؒ کی سالانہ فاتحہ ۱۸/ربیع الثانی کو نقشبندی چمن واقع مصری گنج حیدرآباد میں بڑے ہی عقیدت واحترام سے منائی جاتی ہے جس میں شہر حیدرآباد ہی نہیں بلکہ مختلف مقامات سے عقیدت مند علماء ومریدین و معتقدین کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے اور فیضیاب ہوتی ہے۔ (اقتباس: کتب سیر)

☆☆☆

سورۃ آل عمران: ایک مختصر تعارف

محمد عبدالحفیظ اسلامی
سینئر کالم نگار۔ فون نمبر: 9849099228

سورہ آل عمران مدنی سورتوں میں شامل ہے، اس میں دوسو آیات مبارکہ اور بیس رکوع آئے ہیں، اس سورہ کا نام آل عمران اس لئے رکھا گیا کہ ایک جگہ پر آل عمران کا ذکر آیا ہے۔ ''عمران'' کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ عمران، حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کے والد کا نام تھا۔ پہلی سورت سورۃ فاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اس کے آخر میں ''صراط مستقیم'' کی ہدایت طلب کی گئی تھی، سورۃ البقرۃ ''الٓمٓ ذَالِکَ الْکِتٰبُ'' سے شروع کیا گیا گویا اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ سورۃ فاتحہ میں جو سیدھے راستے کی دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول کرکے یہ قرآن بھیج دیا ہے، جو صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

سورۃ آل عمران کا بغور مطالعہ سے ہم پر یہ بات واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ، اس میں چار طرح کے بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، آغاز سورۃ سے لیکر قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ تک پہلا خطاب ہوا جو غالباً جنگ بدر کے بعد کا قریبی زمانہ تھا۔ دوسرا خطاب اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ سے شروع ہوکر فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۳﴾ تک ہوتا ہے، یہ ۹ ہجری میں وفد نجران کی آمد کے موقع پر ہوا۔

تیسرا خطاب قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ سے شروع ہوکر اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ آیت ۱۲۰ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کا چوتھا خطاب جو کہ جنگ اُحد کے بعد نازل ہوا جس کا آغاز یوں ہوتا ہے، وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ سے شروع ہوکر اس کا اختتام یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ پر ہوتا ہے۔

غرض کہ ان چاروں اجزائے کلام پاک کو ملانے سے جو چیز ایک مسلسل مضمون بناتی ہے، وہ ہے، ایک اصل مرکزی مضمون کی یکسانیت اور پوری سورۃ میں خاص طور پر دو گروہ کی طرف توجہ دی گئی۔ پہلا گروہ یہود ونصاریٰ کا، قرآن جسے اہل کتاب سے خطاب کرتا ہے، دوسرا گروہ وہ ہے جسے قرآن حکیم میں اے ایمان والو کے نام سے پکارا جاتا ہے، اور انھیں كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ کے القاب سے بھی نوازا گیا ہے۔

آخر میں اس سورۃ بقرہ کو ''فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ'' کے دعائیہ جملہ پر ختم کیا گیا تھا لہٰذا اب (کفار پر غلبہ حاصل کرنے کی جو دعا سورۃ بقرۃ کے ختم پر کی گئی تھی) سورۃ آل عمران میں اس کی تشریح و تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

سورۃ آل عمران میں اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو جو دین حق کی مخالفت پر کمربستہ تھے، دلائل پیش کئے گئے اور ان کو اس بات پر جھنجوڑا گیا کہ، آخر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپؐ کی رسالت کا اقرار کرنے کے منکر کیوں ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ تمہیں دین کی طرف دعوت دے رہے، یہ کوئی نئی دعوت نہیں بلکہ یہ دعوت وہ عظیم دعوت ہے جسے تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے، اور جس دین کی دعوت محمدؐ (آخری نبیؐ) دے رہے ہیں یہ اس دین حق کی آخری کڑی ہے اہل کتاب اصل دین میں بگاڑ پیدا کرچکے تھے، ہر قسم کی گمراہیوں میں مبتلا ہوچکے تھے ان کی اعتقادی و اخلاقی خرابیوں پر گرفت کرتے ہوئے ان سے کہا گیا کہ تمہارے یہ اعمال خودساختہ ہیں کیونکہ تمہارا عقیدہ وعمل اور تمہارے اخلاق و کردار خود تمہاری کتابوں سے میل نہیں کھاتے حالانکہ تم ان کتب آسمانی کو تسلیم کرتے ہو۔ یہود کی بدعنوانیوں پر تفسیر ضیاء القرآن میں، پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ الازہری یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''آیات ۲۰ تا ۲۵ میں یہود کی بدعنوانیوں، سرکشیوں اور حق سے دانستہ انکار اور اہل حق پر ظلم وستم توڑنے ان کو بے رحمی سے قتل کردینے کی دیرینہ عادت کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اور اس پر انھیں قیامت کے دن کی سختیوں کی یاد دلاکر تنبیہ کی جارہی ہے تاکہ وہ اپنی اس روش سے باز آجائیں۔ نیز ان کی اس غلط فہمی کا رد بھی کردیا جس میں وہ بُری طرح مبتلا تھے کہ وہ خواہ کچھ بھی کرتے رہیں۔ ان کو یا تو عذاب ہوگا ہی نہیں اور اگر ہوا بھی تو گنتی کے چند روز، انھیں واضح طور پر بتادیا گیا کہ یہ تمہاری من گھڑت باتیں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ تم سے تمہاری ہر بدکاری کی سخت باز پرس ہوگی اور تمہیں تمہاری کارستانیوں کی پوری سزا دی جائے گی''۔ (جلداول صفحہ ۲۱۷ حاشیہ ۲۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت یہود کی افتراء بازیوں، بہتان تراشیوں اور نصاریٰ کے مبالغہ آرائیوں میں گم ہوکر رہ گئی تھی۔ قرآن نے یہ سارے پردے ہٹادیئے ان کی اور ان کی والدہ کی طہارت و پاکیزگی، ان کی عجیب وغریب پیدائش، ان کے حیران کن معجزات بھی بیان کردیئے اور ان کا بندہ ہونا بھی ثابت کردیا۔ نجرانی مسیحیت جن کا تقدس دور دور تک تھا، قرآن حکیم نے ان کے باطل افکار وخیالات کا علم کی روشنی میں رد کیا اور ان کو بتادیا گیا کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، جب یہ لوگ (وفد نجران) پھر بھی ہٹ دھرمی کا رویہ اختیار کرچکے تو قرآن نے ایک بہت بڑا چیلنج ان کے سامنے رکھا کہ یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں آپ اسے جھگڑا کرے تو اے محمدؐ! اس سے کہو کہ ''آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو'' اس آیت کے ذیل میں تفسیر ضیاء القرآن میں یہ تحریر ملتی ہے کہ: بنی نجران کے وفد کے تمام شکوک وشبہات کا قرآن حکیم نے تحقیقی جواب دے دیا اور ایسے واضح اور روشن دلائل پیش فرمائے جن کے بعد کسی طالب حق کیلئے انکار کی گنجائش نہ رہی، لیکن جب اُنھوں نے پھر بھی دعوت توحید کو قبول نہ کیا اور اپنے عقیدہ ''تثلیث'' پر اڑے رہے تو ان معاندین پر حجت قائم کرنے کیلئے اللہ نے اپنے رسول کو ان سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ (جلداول صفحہ ۲۳۸)

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے عین مطابق، مباہلہ کرنے کے لئے اپنے اہل وعیال کے ساتھ تشریف لائے، جب اِنھیں مباہلہ کیلئے بلایا گیا تو ان کا (لاڈ پادری) اپنے گروہ کے لوگوں سے کہنے لگا کہ محمدؐ سے مباہلہ کیا تو تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اس طرح ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپس میں خود مشورہ کے لئے کچھ وقت مانگا اور دوسرے ہی دن مباہلہ کرنے سے انکار کردیا اور جزیہ ادا کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔ اگر وہ اپنے موقف میں سچے ہوتے تو مباہلہ سے انکار نہ کرتے، اس طرح ان کا جھوٹ ثابت ہوگیا اور اسلام کی حقانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور خدائے تعالیٰ کی وحدانیت ہر اس شخص کے سامنے آگئی جو طالب حق ہے۔

دوسرا وہ گروہ جسے خیر اُمت بنا کر حق کا علمبردار اور دنیا کی اصلاح کیلئے اُٹھایا گیا ہے انھیں ابتدائی طور پر سورۃ بقرہ میں ہدایات دی گئی، اب اس سورۃ آل عمران میں مزید تربیت کا سامان مہیا کیا جارہا ہے۔ مولانا مودودیؒ کی تحریر سے چند اقتباسات یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں۔

''انھیں بتایا گیا ہے کہ ایک مصلح جماعت ہونے کی حیثیت سے وہ کس طرح کام کریں اور ان اہل کتاب اور منافق مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں جو خدا کے راستے میں طرح طرح سے رکاوٹیں ڈال رہے تھے انھیں اپنی ان کمزوریوں کی اصلاح پر بھی متوجہ کیا گیا ہے جن کا ظہور جنگ اُحد کے سلسلہ میں ہوا تھا''۔

''جنگ بدر میں اگرچہ اہل ایمان کو فتح حاصل ہوئی تھی لیکن یہ جنگ گویا بھیڑوں کے چھتّے میں پتھر مارنے کی ہم معنی تھی اس اولین مسلح مقابلہ نے عرب کی سب طاقتوں کو چونکا دیا تھا، جو اس نئی تحریک سے عداوت رکھتی تھیں''۔ ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ جو معاہدے کئے تھے ان لوگوں نے ان معاہدات کا ذرہ برابر پاس نہ کیا۔

جنگ بدر کے موقع پر ان اہل کتاب کی ہمدردیاں توحید ونبوت اور کتاب و آخرت کے ماننے والے مسلمانوں کے بجائے بت پوجنے والے مشرکین کے ساتھ تھیں۔ آخرکار جب ان کی شرارتیں اور عہد شکنیاں حد برداشت سے گزر گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے چند مہینے بعد انھیں اطراف مدینہ سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد یہودیوں نے مدینہ کے منافق مسلمان اور حجاز کے مشرک قبیلوں کے ساتھ ساز باز کرکے اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہر طرف خطرات ہی خطرات پیدا کردیئے، حتیٰ کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے متعلق ہر وقت اندیشہ رہنے لگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ دیر کے لئے بھی نظروں سے اوجھل ہوجاتے تو، آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکل پڑتے، بدر کی شکست کے بعد کفار قریش کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اور یہودیوں نے بھی ان کو خوب شہ دی، آخرکار جنگ بدر کے ایک سال بعد قریش نے تین ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے مکہ سے نکل پڑے اور اُحد کے دامن میں لڑائی پیش آئی، جسے جنگ اُحد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس جنگ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار آدمیوں کے لشکر کو لے کر مدینہ شریف سے نکلے، لیکن جو منافق تھے وہ یکا یک مجاہدین سے الگ ہوگئے اور راستے ہی سے واپس مدینہ پلٹ گئے جن کی تعداد تین سو تھی۔ جنگ اُحد کے موقع پر ہی اس بات کا پتہ چلا کہ مسلمانوں کے اردگرد کتنے مارِ آستین موجود ہیں۔ غرض کہ جب لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوگیا اور مشرکین بھاگنے لگے، لیکن جس درہ پر ایک دستہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کردیا تھا اس ہدایت کے ساتھ کہ چاہے ہمیں فتح ہو یا شکست تم کسی صورت میں اس جگہ کو نہ چھوڑنا، لیکن اس متعین کردہ دستہ میں سے کئی لوگ مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے دوڑ پڑے اور جو چھوٹا سا دستہ درہ پر باقی رہ گیا وہ دشمن کی فوج کا مقابلہ نہ کرسکا اس طرح کفار نے پیچھے سے حملہ کردیا اور مسلمانوں کے ستر اصحاب شہید ہوگئے۔

مستفاد و اقتباسات تفہیم القرآن۔

اس طرح ایک جیتی ہوئی جنگ ایک معنی میں شکست میں بدل گئی۔ محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر پوری طرح عمل نہ کرنے کی وجہ اتنا بڑا نقصان ہوگیا۔ جن لوگوں سے حکم کی تعمیل میں سہو ہوا تھا، ان کی سرزنش کی گئی اور فرمایا کہ ''بعض تم میں طلب گار ہیں دنیا کے اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق درہ کو نہ چھوڑا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور آپ کے ساتھی جن کی تعداد دس ہے،...... ان کے متعلق فرمایا گیا...... ''اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے''۔

اور جن لوگوں سے اس میں لغزش ہوچکی تھی، اللہ نے اپنے فضل و کرم کا اظہار فرماتے ہوئے ''وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ'' کے الفاظ کے ساتھ ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔

غرض کہ اس سورۃ کی آیت نمبر ۱۰۰ سے لے کر ختم سورت تک یہ بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہنے والوں کے لیے، کس طرح کا عمل اپنی زندگی کے ہر موڑ پر کرنا چاہئے!

☆☆☆

بنی اسرائیل

جاوید چوہدری

''کیا تمہارے پاس گاڑی ہے؟'' میں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور چند لمحے تک اسے حیرت سے دیکھتا چلا گیا‘ وہ دانت نکال رہا تھا اور بار بار اپنی داڑھی کھجا رہا تھا‘ پارک میں لوگ چہل قدمی کررہے تھے‘ کچھ لوگ ہلکی ہلکی جاگنگ بھی کررہے تھے۔

دوپہر مایوس ہوکر رخصت ہورہی تھی اور شام دھیرے دھیرے مارگلہ کی پہاڑیوں سے نیچے سرک رہی تھی‘ گرم دوپہر کے بعد اسلام آباد کی شام کی اپنی ہی خوب صورتی‘ اپنا ہی سکھ ہوتا ہے‘ میری بچپن کی عادت ہے میں پریشانی یا ٹینشن میں کسی پارک میں چلا جاتا ہوں‘ ایک دو چکر لگاتا ہوں اور پھر کسی بینچ پر چپ چاپ بیٹھ جاتا ہوں‘ وہ بینچ میری ساری ٹینشن‘ میری ساری پریشانی چوس لیتا ہے اور میں ایک بار پھر تازہ دم ہوکر گھر واپس آجاتا ہوں‘ میں اس دن بھی شدید ٹینشن میں تھا‘ میں نے پارک کا چکر لگایا اور سر جھکا کر بینچ پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نیم خواندہ پشتون کسی سائیڈ سے آیا اور بینچ پر میرے ساتھ بیٹھ گیا‘ اسے شاید بڑبڑانے کی عادت تھی یا پھر وہ خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا چناں چہ اس نے مجھے بار بار انگیج کرنا شروع کردیا‘ وہ کبھی آٹے کی مہنگائی کا ذکر کرتا تھا‘ کبھی ٹرانسپورٹ کے کرایوں کا رونا روتا تھا اور کبھی لوگوں کے غیر اسلامی لباس پر تبصرے کرتا تھا‘ میں تھوڑی دیر اس کی لغویات سنتا رہا لیکن جب بات حد سے نکل گئی تو میں نے جیب سے تھوڑے سے روپے نکالے اور اس کے ہاتھ پر رکھ دیے‘ وہ تھوڑی دیر تک حیرت سے نوٹوں کو دیکھتا رہا‘ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔

نوٹ واپس میرے ہاتھ پر رکھے اور بولا ''آپ لوگوں کا بڑا المیہ ہے (وہ المیہ کو لمیا کہہ رہا تھا) آپ دوسروں کو بھکاری سمجھتے ہیں‘ آپ کا خیال ہوتا ہے آپ کے ساتھ اگر کوئی غریب شخص بات کررہا ہے تو اس کا صرف ایک ہی مقصد ہے وہ آپ سے بھیک لینا چاہتا ہے‘ بابو صاحب مجھ پر اللہ کا بڑا کرم ہے‘ چوکی داری کرتا ہوں‘ روٹی اوپر والا مالک دے دیتا ہے اور خرچے کے پیسے نیچے والے مالک سے مل جاتے ہیں‘ میں بس آپ کو پریشان دیکھ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا تھا‘ میرا والد کہتا تھا پریشان آدمی کو حوصلہ دینا بہت بڑی نیکی ہوتی ہے چناں چہ میں جہاں کسی کو پریشان دیکھتا ہوں میں اس کے پاس بیٹھ جاتا ہوں مگر آپ نے مجھے بھکاری سمجھ لیا‘ میری حیرت شرمندگی میں بدل گئی اور میں اس سے معافی مانگنے لگا‘ وہ ہنسا اور داڑھی کھجاتے کھجاتے مجھ سے پوچھا ''کیا تمہارے پاس گاڑی ہے؟''۔

میں نے چند لمحوں تک اس واہیات سوال پر غور کیا اور پھر جواب دیا ''ہاں تین چار ہیں'' وہ بولا ''تم کو پتا ہے آج کل پٹرول کی کیا قیمت ہے؟'' میں نے ہنس کر جواب دیا ''مجھے نہیں پتا‘ ڈرائیور پٹرول ڈلواتا ہے'' اس نے قہقہہ لگا کر کہا ''اور تم پھر بھی پریشان بیٹھے ہو؟'' میں نے حیرت سے جواب دیا ''گاڑی کا پریشانی کے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے خان؟'' وہ سنجیدہ ہوکر بولا ''بڑا گہرا تعلق ہے‘ کیا مکان تمہارا اپنا ہے؟'' میں نے جواب دیا ''ہاں میرا اپنا ہے بلکہ تین چار ہیں'' وہ مسکرایا اور پوچھا ''کیا بیوی بچے بھی ہیں؟'' میں نے فوراً ہاں میں جواب دیا۔

اس نے پوچھا ''بچے لوگ کیا کرتے ہیں؟'' میں نے جواب دیا ''بیٹے اپنا کاروبار کرتے ہیں اور بیٹیاں پڑھ رہی ہیں'' اس نے پوچھا ''اور کیا تمہاری بیگم صاحبہ کی صحت ٹھیک ہے؟'' میں نے فوراً جواب دیا ''ہاں الحمدللہ‘ ہم دونوں ٹھیک ٹھاک ہیں‘ ہمیں اللہ نے مہلک بیماریوں سے بچا رکھا ہے'' وہ بولا ''اور کیا خرچہ پورا ہوجاتا ہے؟'' میں نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا اور جواب دیا ''الحمدللہ خرچے کی کبھی تنگی نہیں ہوئی'' اس نے قہقہہ لگایا اور میرے بازو پر اپنا کھردرا ہاتھ رکھ کر بولا ''اور بابو صاحب آپ اس کے بعد بھی پریشان ہے؟ آپ نے پھر بھی منہ بنا رکھا ہے‘ آپ کو پتا ہے آپ بنی اسرائیل ہوچکے ہیں'' میں بے اختیار ہنس پڑا اور پہلی مرتبہ اس کی گفتگو میں دلچسپی لینے لگا۔

میں نے اس سے پوچھا ''میں بنی اسرائیل کیسے ہوگیا اور بنی اسرائیل کیا ہوتا ہے؟'' وہ سنجیدگی سے بولا ''آپ اگر قرآن مجید پڑھیں تو اللہ تعالیٰ بار بار بنی اسرائیل سے کہتا ہے میں نے تمہیں یہ بھی دیا‘ وہ بھی دیا‘ ملک بھی دیا‘ کھیت بھی دیے‘ دشمنوں سے بھی بچایا‘ تمہارے لیے آسمان سے کھانا بھی اتارا‘ باغ اور مکان بھی دیے‘ عورتیں اور بچے بھی دیے اور غلام اور کنیزیں بھی دیں مگر تم اس کے باوجود ناشکرے ہوگئے‘ تم نے اس کے باوجود میرا احسان نہیں مانا‘ ہمارے مولوی صاحب کہتے ہیں ساری نعمتوں کے بعد بھی جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا‘ وہ اس کے احسان یاد نہیں کرتا تو وہ بنی اسرائیل ہوجاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے بنی اسرائیل کی طرح ذلیل کرتا ہے‘ وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکون اور امن سے محروم ہوجاتا ہے اور آپ بھی مجھے بنی اسرائیل محسوس ہورہے ہیں‘ آپ کے پاس اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتیں موجود ہیں مگر آپ ان کے باوجود بینچ پر اداس بیٹھے ہیں‘ مجھے آپ پر ترس آرہا ہے''۔

مجھے جھٹکا سا لگا اور میں شرمندگی اور خوف سے اس کی طرف دیکھنے لگا‘ میں اپنے آپ کو پڑھا لکھا اور تجربہ کار سمجھتا تھا‘ بچپن سے اسلامی کتابیں بھی پڑھتا رہا ہوں اور عالموں کی صحبت سے بھی لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں لیکن آپ یقین کریں بنی اسرائیل کی یہ تھیوری میرے لیے بالکل نئی تھی‘ میں نے قرآن مجید میں جب بھی بنی اسرائیل کے الفاظ پڑھے مجھے محسوس ہوا اللہ تعالیٰ ناشکرے اور نافرمان یہودیوں سے مخاطب ہے‘ یہ انھیں اپنے احسانات یاد کرا رہا ہے لیکن کیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہر احسان فراموش بنی اسرائیل ہوسکتا ہے اور کیا قدرت اس کے ساتھ وہی سلوک کرتی ہے جو اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ وادی سینا اور اسرائیل میں کیا تھا؟ یہ بات میرے لیے نئی تھی‘ میں اپنی جگہ سے اٹھا‘ اس ان پڑھ پشتون کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پارک سے چپ چاپ باہر آگیا۔

میں سارا راستہ اللہ کی ایک ایک نعمت یاد کرتا رہا‘ اس کا شکر ادا کرتا رہا اور اپنی آستینوں سے اپنے آنسو صاف کرتا رہا‘ میں کیا تھا اور میرے رب نے مجھے کیا بنا دیا مگر میں اس کے بعد بھی پریشان اور مایوس رہتا ہوں‘ مجھ سے زیادہ بنی اسرائیل کون ہوسکتا ہے؟ مجھ سے زیادہ اس کے انتقام کو کون ڈیزرو کرتا ہے؟ میں روتا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا جاتا تھا‘ اس نے مجھے اپنے اس شان دار ترین وقت میں پیدا کیا جس میں دنیا کے تمام ناممکنات ممکن ہوچکے ہیں‘ پوری دنیا کا علم موبائل فون کی اسکرین میں اکٹھا ہوچکا ہے۔

آپ گوگل پر ٹائپ کریں اور آپ کی ٹائپنگ مکمل ہونے سے پہلے آپ کے سوال کے تمام ممکنہ جواب اسکرین پر موجود ہوتے ہیں‘ دنیا نے کورونا جیسی وبا دو سال میں صفحہ ہستی سے مٹا دی‘ آٹھ مہلک بیماریاں بچپن میں ویکسین دے کر ختم کردی جاتی ہیں‘ دنیا میں اب نئے دل‘ پھیپھڑے‘ گردے اور جگر لگائے جارہے ہیں‘ ڈاکٹروں نے پچھلے سال ایک شخص کا گردن سے اوپر سر بدل دیا‘ چار دن پہلے اسرائیل میں ایک نوجوان کا کٹا ہوا سر دوبارہ لگا دیا گیا۔

انسان آج ماں کے پیٹ میں موجود بچے کے دل کا بائی پاس آپریشن کردیتا ہے اور وہ بچہ وقت پر صحت مند پیدا ہوتا ہے‘ آج کی دنیا تمام انسانوں کے لیے کھلی ہوئی ہے‘ آپ ترقی کرنا چاہیں تو آپ بے شک کھرب پتی بن جائیں‘ آپ کو کوئی نہیں روکے گا‘ آپ دنیا کے آخری کونے میں جانا چاہیں آپ چلے جائیں گے‘ آپ ستر سال کی عمر میں پی ایچ ڈی کرنا چاہیں آپ کرلیں گے اور آپ آج سیاہ فام یا انڈین ہوتے ہوئے بھی امریکا اور برطانیہ کے حکمران بن سکتے ہیں۔

اللہ نے مجھے اپنے اس شان دار زمانے میں پیدا کیا‘ اس نے مجھے حادثوں اور بیماریوں سے بھی بچائے رکھا‘ اس نے مجھے بے انتہا رزق بھی دیا‘ اولاد کی نعمت بھی دی‘ عزت اور شہرت بھی عنایت کی‘ ملک اور مکان بھی دیا اور خدمت کرنے والے لوگ بھی دیے اور مجھے بے لوث دوستوں سے بھی نوازا مگر میں اس کے باوجود پریشان بھی رہتا ہوں اور بے آرام بھی لہٰذا مجھ سے بڑا بنی اسرائیل کون ہے؟ مجھے بنی اسرائیل سے متعلق آیتیں یاد آرہی تھیں اور میں بار بار اپنے آپ سے کہہ رہا تھا تم میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے؟ وہ بھی اللہ کے احسان بھول گئے تھے اور تم بھی‘ وہ بھی ناشکرے تھے اور تم بھی‘ وہ بھی مزید کی دوڑ سے باز نہیں آرہے تھے اور تم بھی‘ وہ بھی اللہ کے نافرمان تھے اور تم بھی لہٰذا پھر تمہارے ساتھ وہ سلوک کیوں نہ ہو جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا تھا‘ وہ سینا کے صحرا میں بھٹک کر مر گئے تھے اور تم بھی خواہشوں‘ نفرتوں اور اداسیوں کے جنگلوں میں مارے مارے پھر رہے ہو‘ تم میں اور ان میں آخر کیا فرق ہے؟''۔

میں نے اللہ سے معافی مانگی‘ توبہ کی اور شکوے کو شکر سے بدل دیا‘ آپ یقین کریں میں اس دن سے ایک مکمل مختلف انسان ہوں‘ اداسی اور پریشانی سر سے بادلوں کی طرح غائب ہوچکی ہے اور سامنے وسیع نیلا آسمان اور تاحد نظر پھیلا ہوا سبزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے معجزوں کی نہ ختم ہونے والی وادیاں ہیں‘ بیشک ہم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلائیں گے۔

☆☆☆

اصلاح معاشرہ کمیٹیوں کی ضرورت اور لائحہ عمل

حافظ طیب عبدالسلام

دور حاضر میں جہاں انسانیت کو بے پناہ سہولیات وفوائد حاصل ہوئے ہیں، وہیں کفر والحاد اور باطل افکار ونظریات نے مسلم سوسائٹی کے بڑے حصے پر اپنی گرفت مضبوط کرلی ہے، اور مسلمان اسلامی نظام زندگی سے دور شر وطغیان سے بھری ماڈرن سوسائٹی کو مقصد زندگی بناتے جارہے ہیں، آج امت مسلمہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ اپنی نسلوں اور نوجوانوں کو کس طرح اپنے دین واسلام پر باقی رکھنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں! آج ''بچوں کو صحیح تعلیم وتربیت نہ ملنا، بداخلاقی، غیر اسلامی تہذیب وتمدن، بڑوں کے ساتھ بدتمیزی، حقوق العباد میں کمی، کمزوروں پر ظلم وزیادتی، قتل وغارت گری، بدزبانی، دورغ گوئی، غیبت، حسد، گھر کے اندر و باہر چھوٹے چھوٹے مسائل پر بڑے بڑے ہنگامے، کٹ حجتی، نئے شادی شدہ رشتوں کا بکھر جانا، فرائض واحکامات الٰہی سے غفلت، ٹی وی وسیل فون کا غلط استعمال، نیٹ پر Chatting، شارٹس، نامحرموں سے دوستی، ہنسی مذاق، تضیع اوقات، بے مقصد زندگی گذارنا، غیر مذہب زبان میں بات کرنا، وغیرہ'' عام طور پر نوجوان لڑکے لڑکیوں اور نئی نسل کا وہ کردار ہے جو ایک طرف ان کی دنیوی واخروی زندگی کو تباہ کررہا ہے تو دوسری طرف دنیا میں اسلام کی بدنامی کا ذریعہ بھی بن رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی بہت ساری جماعتیں اصلاح امت اور دعوت دین کا فریضہ ادا کررہی ہیں، اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہورہے ہیں لیکن ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ محلوں، گلیوں، کی سطح پر کام کیا جائے۔ علماء کرام، سوسائٹی کے باشعور ذمہ دار افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے محلوں میں اصلاح معاشرہ کا فریضہ ادا کرنے کے لئے آگے آئیں۔ آج اشد ضرورت ہے کہ اس جانب خصوصی توجہ دی جائے، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، معاشرے کے بگاڑ کو ختم کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے۔ قرآن کریم کے احکامات اور نبی ﷺ کے ارشادات کے مطابق ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' ایک بہت بڑا فریضہ ہے۔ اِس کام کی ذمہ داری مسلم سوسائٹی کے دونوں گروہوں مرد وخواتین پر عائد ہوتی ہے۔ سماج میں پائی جانے والی برائیوں، بدعات ورسومات اور باطل طور طریقوں اور طرز زندگی کی عین کتاب وسنت کے مطابق اصلاح کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اور اصلاح معاشرہ Social Reform کی ضرورت ہر زمانے میں رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران ۱۱۰) آج محلے کی سطح پر اصلاح معاشرہ کمیٹیاں بنانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ قانون الٰہی کے مطابق گناہ وزیادتی کرنے والوں کے ساتھ وہ لوگ بھی عذاب کی لپیٹ میں آجاتے ہیں جو ان برائیوں کی روک تھام نہیں کرتے اور خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ ''اور بچو اُس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف اُنہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو، اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ (سورۃ الانفال: ۲۵) اس کے لئے درج ذیل لائحہ عمل اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اصلاحی کمیٹی کے ذمہ دار ایسے افراد ہوں، جو اپنے محلہ اور آبادی میں اثر ورسوخ رکھتے ہوں اور آپس میں مختلف نوعیت کے حامل ہوں، مثلاً متولیانِ مساجد، اداروں کے ذمہ دار، ذی حیثیت عمائدین، علمائے مدارس اور ائمہ مساجد وغیرہ، تاکہ اصلاح کے منصوبوں میں بہترین تدابیر اور حکمت کا پہلو غالب رہے۔

۲۔ کمیٹی کے کنوینر، اور اس میں کام کرنے والے بااخلاق، سمجھ دار، متحرک اور فعال ہوں۔ اس کام کو لوجہ اللہ رضاکارانہ دینی اور ملی جذبے کے تحت انجام دیا جائے۔

۳۔ گلیوں اور محلوں میں نکل کر وقتاً فوقتاً اصلاح معاشرہ کے لئے اجتماعی ملاقاتوں کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ حسب ضرورت ماہانہ، یا دوماہی اجلاس طلب کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ اصلاح معاشرہ کے تحت مختلف عناوین پر محلہ کے لوگوں کو جمع کرکے علماء وصلحاء امت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؛ خصوصاً نوجوانوں کو اس پروگرام میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ شادی، بیاہ، اور دیگر تقریبات سے متعلق غیر شرعی رسوم اور خرافات کی مؤثر روک تھام کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔ مثلاً ایسے موقعوں پر ناچ گانا، بینڈ باجا، ویڈیو اور تصویر کشی، مردوں اور عورتوں کا اختلاط، چراغاں کرنا، لمبی چوڑی بارات اور جلوس وغیرہ نہ لے جانے کی طرف راغب کیا جائے۔

۶۔ احکام خداوندی کی بجا آوری کے لیے محلہ وار بالغ مرد اور عورتوں کے لیے وعظ ونصیحت، ترغیب وترہیب کے ذریعہ بتدریج کوشش کی جائے۔ جس کے لئے الگ الگ ماہانہ اجتماعات رکھے جائیں۔ اس کے لئے سوشل میڈیا کا موثر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ضرورتاً یہ پروگرام Online بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

۷۔ محرمات ومنکرات، جیسے زنا، فحاشی، بے حیائی، بے پردگی اور مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط، شراب اور منشیات کا استعمال، جوا، لاٹری، نیما بینی، ٹیلی ویژن سے اور فون کے غلط استعمال سے خود بالکلیہ اجتناب کریں، اپنے خاندان والوں کو بچائیں اور عام معاشرہ سے ان برائیوں کو ختم کرنے کے لیے اخروی عذاب اور دنیا میں مرتب ہونے والے مہلک اثرات اور مضرتوں سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اور چھوٹے چھوٹے کتابچے، پمفلٹ انگریزی زبان میں شائع کرکے تقسیم کریں۔ وعظ و نصیحت کا اہتمام کریں اور اس کے لیے مستقل تحریک چلائیں۔

۸۔ سود، حرام کمائی، جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی اور بدعہدی سے نفرت دلا کر لوگوں کو امانت داری، سچائی اور حلال کمائی کی ترغیب دی جائے۔ یہ بتایا جائے کہ حلال اور طیب مال سے عبادات اور نیکیوں کی رغبت بڑھتی ہے اور خبیث وحرام مال کے نتیجے میں شر وفساد، عیاشی، آوارگی اور دیگر برائیاں وجود میں آتی ہیں۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں کے مسائل حل کرنے کی کوششیں کی جائے۔

۹۔ حقوق کی ادائیگی اور صفائی معاملات کو اہتمام سے بتایا جائے۔ والدین کی اطاعت، زوجین کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، تربیت اولاد، لڑکیوں کا حق وراثت اور حسن معاشرت کے اسلامی اصولوں کو خوب واضح کیا جائے۔

۱۰۔ لڑائی جھگڑے سے بچتے ہوئے آپس میں صلح وصفائی کے ساتھ محبت وبھائی چارگی کو اپنا کر امن آشتی کی زندگی گزارنے کا ماحول بنایا جائے۔ خاندانی مسائل واختلافات کو ختم کرنے کونسلنگ سنٹرس کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

عصمت دری کے بڑھتے واقعات

ٹھوس تدبیروں کی ضرورت

ایس امین الحسن

حال ہی میں ہندوستان میں ایک نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ 9 اگست 2024 کو کلکتہ کے ایک اسپتال میں 31 سالہ پوسٹ گریجویٹ انڈر ٹریننگ خاتون ڈاکٹر کے ساتھ ظلم و بربریت کی انتہا کر دی گئی۔ آبروریزی کے بعد اسے بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیلات بہت زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ کلکتہ کی اس بیٹی کے جسم پر شدید زخموں کے نشانات پائے گئے۔ اس حادثے کے بعد پورے ملک میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور ڈاکٹر برادری نے انصاف کا مطالبہ کرتے ہوئے ہڑتال کی۔ پولیس، اسپتال انتظامیہ اور حکومت کی سرد مہری اور غیر ذمے دارانہ رویے نے اس سانحے کی شدت کو بڑھا دیا۔ اس سانحے نے حساس دلوں کو صدمے سے دوچار کر دیا ہے۔ لیکن ہمیں یہاں یہ باور کرنا چاہیے کہ یہ کوئی تنہا واقعہ نہیں ہے۔

قومی جرائم کے ریکارڈ کے مطابق، 2022 میں ہندوستان میں عورتوں کے خلاف 4,45,256 جرائم درج کیے گئے، جن میں 31,516 عصمت دری کے کیس شامل ہیں۔ ان جرائم میں اتر پردیش سرفہرست ہے۔ اگر چہ فرنٹ لائن کے ایک آرٹیکل کے مطابق، کلکتہ پچھلے تین برسوں سے عورتوں کے لیے سب سے محفوظ شہر قرار دیا گیا تھا، لیکن اس حالیہ واقعے نے اس مقام کو داغدار کر دیا ہے۔

ہندوستان میں 2018 کے اعداد و شمار کے مطابق ہر دن 94 عصمت دری کے واقعات درج ہوتے ہیں، جن میں سے 88 کیس درست ثابت ہوتے ہیں، جب کہ چھ کیس جھوٹے الزام کے ہوتے ہیں۔ اس سال 3,38,000 جرائم درج کیے گئے جن میں 10 فیصد عصمت دری کے واقعات شامل ہیں۔ ان نمبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں عورت کتنی غیر محفوظ اور مظلوم ہے۔ عورتوں کے لیے غیر محفوظ ممالک میں ہندوستان کا نواں نمبر ہے۔ ان روزانہ ہونے والے 94 عصمت دری کے واقعات میں 25 فیصد متاثرین بچے ہوتے ہیں اور 94 فیصد جرائم قریبی لوگ انجام دیتے ہیں۔

یہ صورت حال صرف اعداد و شمار تک محدود نہیں۔ ابھی 6 دن قبل، مہاراشٹر کے بدلہ پور ٹاؤن میں دو معصوم چار پانچ سال کی بچیوں کے ساتھ جنسی استحصال ہوا۔ بچوں پر ہونے والے مظالم کے 12 فیصد واقعات کی ہی شکایت درج کرائی جاتی ہے۔ ہندوستانی سوسائٹی کے سماجی ڈھانچہ والدین یا قریبی رشتہ داروں کو ایف آئی آر درج کرانے سے روکتا ہے۔

عورتوں پر مظالم کے واقعات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ 2022 کی رپورٹ بتاتی ہے کہ 2021 کے مقابلے میں جنسی جرائم میں 20 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے، ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ معاشرے کی خاموشی بھی ایک جرم ہے۔ جب روزانہ عصمت دری کے 94 واقعات ہوتے ہوں اور معاشرہ خاموش رہے، تو یہ درندوں کو مزید حوصلہ دیتا ہے۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ جب ڈاکٹر خاتون پر ظلم ہوتا ہے تو ڈاکٹر برادری احتجاج کرتی ہے، جب دلت بیٹی پر ظلم ہوتا ہے تو دلت کمیونٹی آواز اٹھاتی ہے اور جب کسی مسلم خاتون کا معاملہ سامنے آتا ہے تو مسلمان ہلکی سی آواز میں احتجاج کرتے ہیں۔ انسانیت کے خلاف سنگین جرائم کو بھی ہم نے مذہب، طبقہ اور پیشوں میں تقسیم کر لیا ہے۔

یہ ضروری ہے کہ معاشرے میں جب بھی اور کسی بھی خاتون کی عصمت پر ڈاکے ڈالے جائیں تو ہر طبقے سے آواز اٹھنی چاہیے۔ ورنہ درندے جان جائیں گے کہ مظلوم کے حق میں ایک طبقے کی آواز دو چار دن اٹھے گی، پھر پورے معاشرے پر سناٹا چھا جائے گا۔ اس مسئلے کے حل کے طور پر ہمیں اجتماعی طور پر اس کے خلاف کھڑا ہونا ہوگا اور یہ عزم کرنا ہوگا کہ کسی بھی مظلوم کے ساتھ ناانصافی برداشت نہیں کی جائے گی۔

زنا کے جرائم اور سخت سزاؤں کی ضرورت

کلکتہ کے افسوسناک واقعے کے بعد، جس میں ایک خاتون ڈاکٹر کے ساتھ ظلم و بربریت کی انتہا کی گئی، سپریم کورٹ نے نیشنل ٹاسک فورس تشکیل دی ہے۔ اس ٹاسک فورس کی ذمہ داری ہے کہ طب کے پیشے سے جڑے افراد کے تحفظ کے لیے تفصیلی اقدامات تجویز کرے۔ ان تجاویز میں یہ بھی شامل ہو کہ اسپتالوں میں سیکیورٹی کو بہتر کیسے بنایا جائے، مرد اور خواتین ڈاکٹروں کے ریسٹ روم الگ الگ ہوں، ٹیکنالوجی کے استعمال سے تحفظ کے موثر انتظامات کیے جائیں، اسپتال کے ہر حصے میں ہر کسی کو رسائی نہ ہو، رات کے وقت ٹرانسپورٹ کی سہولیات فراہم کی جائیں، ہر تین مہینے میں حفاظتی اقدامات کا جائزہ لیا جائے اور اسپتال میں پولیس کی موجودگی بھی یقینی بنائی جائے۔

نربھیا کیس کے بعد، عدالتوں نے اس سلسلے میں سنجیدگی دکھائی ہے اور فوجداری قوانین میں ترمیمات کی گئی ہیں۔ بہت سے کیسوں میں مجرموں کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے اور عوام کی جانب سے بھی سزائے موت کے مطالبے میں اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔ ہمارے حکمراں اور ذمہ داران بھی ان سخت سزاؤں کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں، جس سے اس موقف کو تقویت پہنچتی ہے کہ زنا کے جرم کی سزا سخت ہونی چاہیے۔

اسلام سنگین جرائم، بشمول عصمت دری، کے لیے سخت سزائیں تجویز کرتا ہے۔ یہ سزائیں بظاہر سخت نظر آتی ہیں، لیکن یہ معاشرے کی حفاظت، انصاف کی برقراری اور جرم کی روک تھام کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ سزا کے حوالے سے مفسرین کے درمیان گو کہ تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن وہ اس بات پر متفق ہیں کی ان سزاؤں کا مقصد مجرم کے دل میں خوف بٹھانا ہے، نہ کہ معاشرے میں خوف پیدا کرنا۔ اس طرح معاشرے کا ہر طبقہ اطمینان اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ سزائیں معاشرتی امن و امان اور انصاف کے لیے ناگزیر ہیں اور ان کا نفاذ ایک مضبوط اور محفوظ معاشرے کی ضمانت لیتا ہے۔

قانون کی دھجیاں بکھیرنے والے قانون ساز

ملک میں قانون کی حکم رانی، شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ اور مذہبی آزادی سب کا حق ہونا چاہیے۔ یہ ذمہ داری مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ پر عائد ہوتی ہے۔ عدلیہ نے اپنے فیصلے دے دیے ہیں، مگر ان فیصلوں کے نفاذ کی جو ذمہ داری انتظامیہ پر ہے، اس کی حالت انتہائی خراب ہے۔ اور قانون سازوں کی صورت حال اس سے بری ہے۔

حالیہ انڈین ایکسپریس میں شائع ایک مضمون کے مطابق، ہندوستانی پارلیمان کے 543 سیٹوں میں سے 233 ممبران، یعنی 43 فیصد، وہ ہیں جنھوں نے اپنے انتخابی فارم میں یہ ظاہر کیا ہے کہ ان کے خلاف سنگین جرائم کے مقدمات درج ہیں۔ 2019 کے مقابلے میں یہ تعداد 9 فیصد زیادہ ہے، جب کہ 2004 کے مقابلے میں 20 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ اس میقات کے ممبران میں سے 170 ایسے ہیں جن کے خلاف آبروریزی، قتل، قاتلانہ حملہ اور اغوا کے مقدمات ہیں۔

یہ صورت حال نہ صرف ہمارے جمہوری نظام کے لیے خطرہ ہے بلکہ قانون کی بالادستی کے لیے بھی ایک سنگین چیلنج ہے۔ جب قانون ساز خود قانون کی دھجیاں بکھیر کر پارلیمان میں پہنچیں گے، تو پھر ملک میں انصاف اور امن و امان کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ یہ سوال اٹھانا ضروری ہے کہ ایسے حالات میں عوام کو ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کس طرح ملے گا؟

یہ وقت ہے کہ ہم اپنے نظام میں اصلاحات لائیں اور ان عناصر کو پارلیمان سے دور رکھیں جو قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں، تاکہ ملک میں حقیقی معنوں میں قانون کی حکم رانی قائم ہو سکے۔

اقتدار کا نشہ اور انسانی سماج کی نفسیات

ہمارے سماج میں ایسے افراد کی ایک تعداد موجود ہے جو عورتوں کی عصمتوں سے کھیلتے ہیں، انسانی لاشوں پر چڑھ کر اقتدار حاصل کرتے ہیں اور عصمت دری کرنے والوں کو پھولوں کے ہار پہناتے ہیں۔ ایسے افراد خود اصلاح کے محتاج ہیں، کیوں کہ ان کی روش سے معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو رہا ہے۔

انسانی سماج کی ایک نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کو تھوڑا سا بھی اقتدار ملتا ہے، چاہے وہ خاکی وردی ہو یا انتظامیہ کی سطح پر معمولی اتھارٹی، تو اسے اس کا نشہ چڑھ جاتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ نشہ اندھا کر دیتا ہے، وہ عورتوں کی عصمتوں کو روندتے ہیں، گھروں کو تباہ کرتے ہیں، قیدیوں کو قتل کرتے ہیں، لاشوں کی بے حرمتی کرتے ہیں اور قانون کی رکھوالی کرنے کے بجائے خود قانون شکن بن جاتے ہیں۔ یہ ایک سنگین المیہ ہے، جس کے پیچھے گہری نفسیات کارفرما ہے۔

اقتدار کا یہ نشہ انسان کو بے قابو کر دیتا ہے اور اس نشے کو قابو میں کرنے کی واحد صورت عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ توحید ہے۔ ان دو عقائد کے ذریعے ہی انسان اپنے اعمال کے نتائج سے باخبر ہوتا ہے اور اپنے اختیار کو ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرنے کے قابل بنتا ہے۔ معاشرے میں حقیقی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ان افراد کو جو اقتدار کے نشے میں چور ہیں، صحیح عقیدہ کی بنیاد پر تربیت دی جائے، تاکہ وہ اپنی طاقت کو درست سمت میں استعمال کر سکیں اور معاشرے میں انصاف اور امن قائم ہو سکے۔

اسلامی عدل کی ایک روشن مثال

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافت میں ایک خاتون کا خط ان کے دفتر میں پہنچا، جس میں شکایت کی گئی کہ کچھ چور اس کی دیوار پھلانگ کر اس کے گھر داخل ہوتے ہیں اور اس کی مرغی کے انڈے چرا لے جاتے ہیں۔ اس معاملے کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فوری طور پر اپنے عملے کو بھیجا تاکہ اس عورت کے جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت یقینی بنائی جا سکے۔

جب عملہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ خاتون فرقون قبیلے کی ایک آزاد کردہ لونڈی تھی اور اس کے گھر کی مٹی کی دیوار بہت چھوٹی تھی، جس کی وجہ سے چور آسانی سے اندر داخل ہو کر انڈے چرا لیتے تھے۔

یہ واقعہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عدل اور عوام کی حفاظت کے عزم کی بہترین مثال ہے۔ یہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی حکم ران عوام کی شکایات کو کس قدر اہمیت دیتے تھے اور ان کے تحفظ کے لیے کس طرح فوری قدم اٹھاتے تھے، چاہے وہ شکایت کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک حقیقی اسلامی حکمراں کے نزدیک ہر شہری کی جان، مال اور عزت کی حفاظت بنیادی ذمہ داری ہے اور اس کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا تاخیر ناقابل قبول ہے۔

ان حکم رانوں کی انصاف بے زاری بھی دیکھ

حکمراں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہر شہری کے گھر، جان اور عزت کی حفاظت کو یقینی بنائے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں جب ایک خاتون کی شکایت آئی کہ چور اس کی دیوار پھلانگ کر اس کے گھر داخل ہوتے ہیں، تو حکومتی کارندوں نے فوراً اس کی پرانی دیوار گرا کر ایک مضبوط اور اونچی دیوار بنا دی تاکہ اس کے گھر کی حفاظت ہو سکے۔

مگر ہمارے ملک کے موجودہ حکم رانوں کا رویہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ اگر کسی اسکول میں دو بچوں کے درمیان جھگڑا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں ایک بچے کی ناگہانی موت واقع ہو جائے، تو سزا کے طور پر دوسرے بچے کے والدین کا گھر بلڈوز کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی جرات مند اور حق پسند آدمی پولیس اسٹیشن میں اپنی آواز اٹھائے، تو اس کا خوب صورت بنگلہ زمین بوس کر دیا جاتا ہے۔

یہ صورت حال ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے ملک میں صرف عورتوں کی عصمت کے تحفظ کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ہر کم زور طبقے پر ہر قسم کے ظلم کو روا رکھا جا رہا ہے۔ مختلف وردی والے، انتظامیہ کے عہدوں پر فائز افراد اور اقتدار کی چھوٹی سے بڑی گدیوں پر بیٹھے لوگ کم زوروں پر ظلم کرنے کے لیے کھلی چھوٹ حاصل کیے ہوئے ہیں۔ اس ظلم و ستم کی فضا میں انصاف کی امید ماند پڑ چکی ہے اور معاشرے کے کم زور افراد کے حقوق پامال کیے جا رہے ہیں۔

ملک کی اصلاح، عوام کی ذمہ داری

موجودہ صورت حال میں اصلاح کی ذمہ داری عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ انھیں نہ صرف اپنی اصلاح کرنی ہے بلکہ ان افراد کی بھی اصلاح کرنی ہے جن کا فرض تھا کہ وہ معاشرے کی بھلائی کے لیے کام کریں۔ ہمیں اپنے حکم رانوں، انتظامیہ اور عدلیہ سے پانچ بنیادی چیزوں کا مطالبہ کرنا ہے:

۱۔ جان کی حفاظت ۲۔ دین کی حفاظت

۳۔ عزت و آبرو کا تحفظ/نسل کا تحفظ

۴۔ عقل کی حفاظت ۵۔ مال کی حفاظت

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام میں شریعت یا قانون کا مقصد یہ ہے کہ خلق خدا کی ان پانچ چیزوں کو تحفظ دیا جائے۔ یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ ہر وہ عمل جو ان پانچ چیزوں کی حفاظت کرتا ہے، وہ مصلحت کے دائرے میں آتا ہے اور ہر وہ چیز جو ان کے لیے خطرہ بنے، اسے فساد شمار کیا جائے گا اور اسے دور کرنا مصلحت قرار پائے گا۔

اس تناظر میں، ہمیں اپنے حکم رانوں سے ان بنیادی حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کرنا ہے اور اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ملک میں عدل و انصاف کا نظام مضبوط ہو، تاکہ ہر شہری محفوظ اور مطمئن زندگی گزار سکے۔ اس اصلاحی عمل میں عوام کا کردار بہت اہم ہے انھیں اپنی آواز بلند کرنی ہوگی تاکہ ملک میں حقیقی تبدیلی آ سکے۔

جان کا تحفظ: شریعت کا حکم اور انصاف کا تقاضا

جان کا تحفظ ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور اس کی حفاظت ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ چاہے ماب لنچنگ کے واقعات ہوں، جیل کے قیدیوں کو زہر دے کر قتل کیا جائے، انکاؤنٹر کے نام پر لوگوں کی جان لی جائے یا فسادات میں بے گناہوں کا خون بہایا جائے، ان تمام جرائم کے خلاف سخت قوانین کا نفاذ ضروری ہے۔ جہاں ایسے قوانین موجود ہیں، وہاں ان کے نفاذ کا مطالبہ پرزور طریقے سے ہونا چاہیے تاکہ شہریوں کی جان محفوظ رہ سکے۔

قرآن مجید اس بارے میں واضح ہدایت دیتا ہے: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى (سورہ البقرہ)

(تم پر قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے، قتل کے معاملے میں)

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ البقرہ) (اور تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے، اے عقل والو!)

یہ آیت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ انصاف پر مبنی قصاص کا نظام نہ صرف مجرموں کو سزا دینے کے لیے ہے بلکہ اس سے معاشرے میں زندگی اور امن کی ضمانت ملتی ہے۔ اس لیے، ہم اپنے حکم رانوں اور عدلیہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ شہریوں کی جان کے تحفظ کے لیے سخت قوانین بنائیں اور ان کا مؤثر نفاذ یقینی بنائیں۔

مال کا تحفظ: ریاست کی ذمہ داری

ریاست کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کے مال کو تحفظ فراہم کرے۔ مال کی حفاظت کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر شہری کے مال کو محفوظ بنایا جائے اور یہ یقینی بنایا جائے کہ کوئی بھی کسی کے مال کو ناجائز طریقوں سے ہڑپ نہ سکے۔ جوا، سٹے بازی اور فریب جیسے حربے، جن میں بڑے بڑے سرمایہ دار شیئر مارکیٹ کے ذریعے اپنی کمپنیوں کی قیمتیں مصنوعی طور پر بڑھا کر لوگوں سے شیئر لیتے ہیں، مال کے تحفظ کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔

مال کے تحفظ کا ایک وسیع تر مفہوم یہ بھی ہے کہ ملک کے تمام قدرتی وسائل و ذخائر، جو دراصل پوری آبادی کی ملکیت ہیں، انھیں چند ہاتھوں میں بیچا نہ جائے۔ ایسا کرنا مال کی حفاظت نہیں بلکہ اس کی بربادی کو یقینی بنانا ہے۔ اس طرح کی پالیسیوں سے عوام کا حق مارا جاتا ہے اور ان کے وسائل پر ناجائز قبضہ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (البقرہ)

(اور اپنے مال آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔)

یہ آیت تاکید کرتی ہے کہ مال کا تحفظ اور اس کی انصاف پر مبنی تقسیم اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے قوانین بنائے اور ان کا نفاذ کرے جو عوام کے مال کی حفاظت کو یقینی بنائیں اور معاشی ناانصافیوں کا سد باب کریں۔

عزت و آبرو اور نسل کا تحفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو اصناف، مرد اور عورت، کی صورت میں پیدا کیا اور ان کے درمیان فطری محبت و رغبت رکھی۔ لیکن اس تعلق کو ذمہ داری کے ساتھ مربوط کر دیا گیا ہے۔ جنسی خواہشات کی تکمیل کا واحد جائز راستہ شادی کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ تعلیم صرف اسلام تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے تمام مذاہب اور سلیم الفطرت انسان اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

شادی کے ادارے کو نظر انداز کرنے اور جنسی تعلقات کو اس کے علاوہ کسی اور راستے سے پورا کرنے کی کوشش سماج کے لیے نہایت نقصان دہ ہے۔ جب نسلیں وجود میں آتی ہیں، تو ان کا حق ہوتا ہے کہ انھیں باپ کی شفقت اور ماں کا پیار ملے اور دونوں کی تربیت سے وہ پروان چڑھیں۔ زنا ایک ایسا عمل ہے جو ذمہ داری سے فرار کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ زنا کے نتیجے میں کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کا نفسیاتی، سماجی اور معاشی بوجھ عورت پر آتا ہے، اور یہ عمل نسلوں کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

اسلام نے زنا کو سختی سے حرام قرار دیا ہے۔ بعض اوقات زنا دونوں کی رضامندی سے ہوتا ہے، لیکن جب زنا بالجبر ہو تو عورت اس جرم کی ذمہ دار نہیں ہوتی، جب کہ مرد کے لیے سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں زنا کے لیے جو سزا تجویز کی گئی ہے، اس پر علما کے درمیان کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق، اگر عدالتی ثبوتوں سے زنا ثابت ہو جائے تو زانی مرد اور عورت دونوں کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اور اگر کوئی شخص زنا کا عادی مجرم ہو اور سماج کے لیے نقصان دہ بن جائے تو اس کے لیے قتل (رجم) کی سزا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ سزا کا عمل بھرے مجمع میں ہو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ انسانی نسلوں کے ساتھ کھلواڑ کرنے کا کیا انجام ہوگا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور) (زنا کرنے والی عورت اور مرد، دونوں کو سو سو کوڑے مارو۔)

یہ حکم اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ سماج میں عزت و آبرو اور نسل کا تحفظ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ معاشرہ ان برائیوں سے محفوظ رہ سکے۔

آج کے دور میں خاص طور پر خواتین کو یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ زنا بالجبر کے مجرموں کو سخت ترین سزا دی جائے اور اس سزا کو میڈیا کے ذریعے نشر کیا جائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مجرموں کے دلوں میں خوف پیدا ہو اور انھیں یہ یقین ہو جائے کہ حکومت کے قانون سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہے۔ اس طرح وہ جرائم کرنے کے ارادے سے باز آئیں گے۔

عقل کا تحفظ انسان کے شرف کا تحفظ ہے

انسان کی سب سے بڑی عزت اور شرف اس کی عقل ہے۔ اگر انسان عقل کے بجائے جذبات سے کام لیتا ہے، حالات کو جذبات کی بنیاد پر دیکھتا، سوچتا اور ردعمل ظاہر کرتا ہے، تو وہ اپنی عظمت کھو دیتا ہے۔ شراب اور منشیات کی وجہ سے انسانی عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ نشہ بندی کرائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر جگہ شراب کے لائسنس جاری کیے جاتے ہیں، ڈرگ پیڈلر آزاد گھومتے ہیں اور نئی نسل میں منشیات کے استعمال کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ زنا کے پیچھے جو پیٹرن پایا جاتا ہے، اس میں سے ایک بڑی تعداد ایسے مجرموں کی ہے جو نشے کی حالت میں ہوتے ہیں۔ عورتوں کی عصمت کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ شراب اور منشیات پر سختی سے پابندی لگائی جائے اور یہ مطالبہ خواتین کی جانب سے پرزور طریقے سے اٹھایا جانا چاہیے۔

اس سلسلے میں خواتین کو عوامی سطح پر شعور بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ علمی اور قانونی سطح پر بھی کام کرنا چاہیے۔ انھیں نشہ بندی کے قوانین کے نفاذ کے لیے حکومت اور انتظامیہ کو مختلف تجاویز دینی چاہیے۔ قرآن نشے کو شیطانی عمل قرار دیتا ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(بیشک شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب شیطانی عمل ہیں، ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔) (المائدہ)

دین کا تحفظ انسان کی بنیادی آزادی کا تحفظ ہے

ہر شہری کو دین کے معاملے میں مکمل آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ کسی پر بھی اس کے مذہب کے حوالے سے زبردستی نہیں کی جانی چاہیے۔ ہر فرد کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ اگر کسی ملک میں مذہبی عبادت گاہوں کو مسمار کیا جاتا ہے، مذہبی امور کی ادائیگی میں رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں، یا لوگوں کو مذہب کا مطالعہ کرنے اور اسے سمجھنے سے روکا جاتا ہے، تو یہ ایک فساد کی علامت ہے اور اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کا نقطہ نظر اس بارے میں بالکل واضح ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ

دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ (البقرہ)

مردوں سے ایک بات

اب میں دوبارہ عورتوں کی عصمت کے تحفظ کی طرف آتا ہوں۔ اس سلسلے میں مرد و خواتین، چاہے وہ ہندو، مسلم، سکھ، یا عیسائی ہوں، سب کو مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر اس وقت میں مسلم مردوں سے، خطبہ جمعہ کے حوالے سے، ایک اہم بات کہنا چاہوں گا۔ موجودہ دور نے عورت کے حوالے سے کئی فتنے پیدا کیے ہیں اور ہوس پرست مرد انھیں ایک آبجیکٹ یعنی محض جسمانی خواہشات کی تسکین کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم عورتوں کا احترام کریں، انھیں عزت دیں اور جب ان سے شادی کریں تو حسن معاشرت کا مظاہرہ کریں۔ اسلام کا پیغام یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کریں اور سماج کے سامنے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔

خواتین سے دو باتیں

ہمارے ملک میں روزانہ عورتوں کے ساتھ جنسی استحصال، تشدد اور عصمت دری کے واقعات پیش آتے ہیں۔ ہر واقعے کا فوری نوٹس لیا جانا ضروری ہے، مظلوم کے ساتھ ہمدردی کا اظہار ہونا چاہیے اور ظالم کو سخت سزا دی جانی چاہیے۔ مقامی سطح پر ہونے والے واقعات کو مقامی طور پر ہی اٹھانا چاہیے، جب کہ ملکی سطح پر بڑے واقعات پر مسلم خواتین کو پرامن احتجاج اور مظاہرے کرنے چاہئیں۔ بڑی ریلیوں کے بجائے، 15-10 خواتین سادہ پلے کارڈ یا موم بتیوں کے ساتھ خاموش احتجاج کر سکتی ہیں، جو کہ موثر اور نمائندہ عمل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عورتوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کی عصمت و عفت کی حفاظت حکومت اور سماج کی ذمہ داری ہے، لیکن انھیں خود بھی اپنی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔ مغرب کا گم راہ کن نعرہ "میرا جسم میری مرضی" ایک دھوکہ ہے۔ جو ویسی رائے رکھتے ہیں وہ اپنی رائے رکھیں۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہماری مرضی خدا کی مرضی کے تابع ہے۔ میرا جسم ہے اور اس کا استعمال خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ مال میرا کمایا ہوا ہے لیکن وہ خدا کی مرضی کے مطابق خرچ ہو۔ بیوی میری ہے لیکن اس کے ساتھ حسن معاشرت خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ بچہ پیٹ میں آنے کے بعد عورت کی مرضی نہیں کہ اس کا اسقاط کرا دے بلکہ خدا کی مرضی ہے کہ اسے نہ پیٹ میں قتل کیا جائے نہ باہر آنے کے بعد۔ بچے میرے ہیں لیکن ان کی تربیت خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ جسم میرا ہے لیکن لباس خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ یہ ہے اسلامی نقطہ نظر۔

فرد اور سماج کی ذمہ داری

آپ سب جانتے ہیں کہ سماج کو چوروں سے پاک رکھنے کی ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔ مگر اس حقیقت کے باوجود، ہر شخص اپنے گھر کے دروازے بند رکھتا ہے تاکہ چور اندر نہ آ سکیں۔ اگر کوئی خاتون یہ کہے کہ "میرا گھر اور میری مرضی" اور پھر وہ باہر کے گیٹ کو کھلا چھوڑے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود چور کو گھر کے دروازے تک آنے کا موقع فراہم کر رہی ہے۔ دروازہ کھلا ہونے کی صورت میں چور گھر میں داخل ہو سکتا ہے اور اگر دروازہ بند ہو تو چور ڈاکہ زنی کی کوشش کر سکتا ہے۔

ہر عقل مند فرد اپنی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے وہ تمام ممکنہ اقدامات کرتا ہے جو اس کے بس میں ہیں اور اس کے بعد وہ سماج اور حکومت سے بھی اپنی حفاظت کے لیے اقدامات کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب ہم سڑک پر گاڑی چلاتے ہیں تو حادثہ کبھی ہماری غلطی سے ہوتا ہے اور کبھی سامنے والے کی غلطی سے۔ ایک اچھے ڈرائیور کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سامنے والے کی غلطیوں کے امکانات کو پہلے ہی بھانپ لیتا ہے، ان کا اندازہ لگاتا ہے اور ان کی جانب سے ہونے والی ممکنہ غلطیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی گاڑی اس طرح چلاتا ہے کہ اپنی گاڑی اور اپنی زندگی کو محفوظ رکھ سکے۔

آپ کو اپنی حفاظت کے لیے مناسب احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، چاہے وہ آپ کے ذاتی گھر کی ہو یا آپ کے جسم کی۔ ہر فرد کو اپنی حفاظت کے تمام ممکنہ اقدامات کرنا چاہئیں اور اس کے ساتھ ہی سماج اور حکومت سے بھی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس طرح، آپ نہ صرف اپنے حقوق اور عصمت کی حفاظت کر سکیں گے بلکہ ایک محفوظ اور باوقار سماج کی تشکیل میں بھی اپنا کردار ادا کریں گے۔

☆☆☆

دل شکنی اور بدزبانی کے معاشرتی نتائج

مولانا محمد ریاض احمد قادری حسامی
ناظم مدرسہ اسلامیہ ریاض العلوم فلک نما

دل توڑنے اور سخت زبان درازی کا اثر نہ صرف ہمارے معاشرتی تعلقات بلکہ ہماری آخرت پر بھی بہت گہرا پڑتا ہے۔ اسلام میں دل آزاری اور بدزبانی کی سخت مذمت کی گئی ہے، کیونکہ یہ اعمال نہ صرف دوسروں کے دلوں کو تکلیف دیتے ہیں بلکہ ان کے حقوق کو بھی پامال کرتے ہیں۔

دل توڑنا ایک ایسا عمل ہے جو انسان کے جذبات کو مجروح کرتا ہے اور رشتوں میں دراڑیں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اور جن لوگوں کے دل ایمان کی وجہ سے نرم ہو چکے ہیں، وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہیں'' (الحجرات: ۱۰)۔ دل توڑنے والے انسان کے لئے اللہ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' (بخاری)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کو ہر حال میں دوسرے لوگوں کے دلوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

دل شکنی کی ایک اور شکل اس دور میں سوشل میڈیا ہو چکی ہے جہاں من چاہی تہمتیں اور کسی بھی قسم کی طنزیہ پیغامات کو اکثر اپنے سوشل میڈیا پلیٹ فارمس پر پوسٹ کرتے ہوئے شخصی ہدف کیا جانا بالخصوص مسلمانوں کا شیوہ بن چکا ہے جس سے کافی مضر اثرات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے دور میں دل شکنی کی ایک نئی شکل سامنے آئی ہے، جہاں لوگ بغیر کسی تحقیق یا سچائی کے دوسروں پر تہمتیں لگاتے ہیں اور طنزیہ پیغامات شائع کرتے ہیں۔ یہ عمل خاص طور پر مسلمانوں کے درمیان زیادہ عام ہو چکا ہے، جو ان کے رشتوں اور معاشرتی تعلقات کو متاثر کر رہا ہے۔ جب لوگ ایک دوسرے پر بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں تو اس سے معاشرتی اعتماد میں کمی آتی ہے اسی طرح دل شکنی سے نفرت اور اختلافات بڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرتی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے، بے بنیاد الزامات اور طنزیہ پیغامات متاثرہ افراد کی عزت اور خود اعتمادی کو متاثر کرتے ہیں، جس سے ان کی نفسیاتی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، لہٰذا، ہمیں سوشل میڈیا کا استعمال کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے اور دوسروں کے حقوق اور احساسات کا خیال رکھنا چاہیے۔ ایک مہذب معاشرہ بنانے کے لیے ہمیں باہمی احترام اور نرمی کا رویہ اپنانا ہوگا۔

زبان کی حفاظت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں'' (بخاری)۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زبان کی حفاظت اور نرمی اختیار کرنا جنت کا باعث بن سکتا ہے، جبکہ سخت زبان درازی نہ صرف دنیا میں نقصان دہ ہے بلکہ آخرت میں بھی سخت حساب کا سبب بن سکتی ہے۔ زبان سے دل آزاری نہ کرنا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' (بخاری)۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے زبان سے دوسروں کو تکلیف دینے سے منع فرمایا اور اسے ایمان کی علامت بتایا کہ ایک مسلمان کو اپنی زبان کا استعمال سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کے دل نہ ٹوٹیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل نہ توڑنا ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور ان کو گالیاں دیں اور بہت برا بھلا کہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سنتے رہے اور کوئی ردعمل نہ دیا۔ جب اس شخص نے مزید بدزبانی کی، تو نبی کریم ﷺ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکر نے جواب دینا شروع کیا، تو نبی کریم ﷺ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد میں پوچھا کہ آپ ﷺ کیوں چلے گئے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تم خاموش تھے، فرشتے تمہارے دفاع میں تھے، لیکن جب تم نے جواب دیا تو فرشتے چلے گئے اور شیطان آ گیا'' (ابوداؤد)۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دل توڑنے یا سخت زبان کا استعمال نہ کرنا اور صبر کا دامن تھامے رکھنا اللہ کی خوشنودی اور فرشتوں کی مدد کا سبب بنتا ہے۔

واقعہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان کی نرمی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ کسی نے گالی دی۔ آپ نے نرمی اور محبت سے اس شخص کو مخاطب کیا اور فرمایا: ''بھائی! اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہے، تو مجھے بتاؤ، میں تمہاری مدد کروں گا''۔ اس کے بعد اس شخص کا دل نرم ہو گیا اور وہ شرمندہ ہو کر معافی مانگنے لگا۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ زبان کی نرمی کس طرح سخت دلوں کو بھی موم کر سکتی ہے اور رشتہ داریوں میں محبت پیدا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے'' (البقرہ: ۱۸۶)۔ یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی حالت کو دیکھتا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ تکلیف میں ہوں اور ان کے دل ٹوٹے ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب دل ٹوٹتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہوتا ہے''۔ قرآن مجید اور احادیث میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ٹوٹے ہوئے دلوں اور عاجز بندوں کے قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں ٹوٹے دلوں کے ساتھ ہوں'' (ابن ماجہ)۔ اس حدیث قدسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کو دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے اور اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور قرب سے اس کا دل تسلی دیتا ہے۔

ہے جلوہ گاہ خدا مومنوں کے دن فاضل
لگے نہ ٹھیس خبردار ان آب گینوں کو
(علامہ فاضلؒ)

سخت زبان درازی انسان کی شخصیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ یہ نہ صرف دوسروں کو دلی تکلیف پہنچاتی ہے بلکہ انسان کو خود غرض اور بے رحم بنا دیتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور میرے بندے ایسے ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ نرمی سے جواب دیتے ہیں'' (الفرقان: ۶۳)

سخت زبان کا استعمال کرنے والا شخص نہ صرف دنیا میں اپنے اردگرد کے لوگوں سے دور ہو جاتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے بہتر ہے'' (ترمذی)۔ رشتہ داری اور معاشرت پر اثر دل توڑنے اور بدزبانی کا رشتہ داریوں پر بھی منفی اثر پڑتا ہے۔ رشتے اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہیں اور انہیں قائم رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے رزق میں کشادگی چاہتا ہے اور عمر میں اضافہ چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے'' (بخاری)۔ اگر ہم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سخت زبان استعمال کریں گے یا ان کے دل توڑیں گے، تو یہ رشتے کمزور ہو جائیں گے اور معاشرتی نظام متاثر ہوگا۔ ایک دوسرے کی عزت اور احساسات کا خیال رکھنا ہی معاشرتی امن اور بھائی چارے کی بنیاد ہے۔ آخرت میں پکڑ اسلام میں دنیا کے اعمال کا آخرت میں حساب و کتاب رکھا جائے گا۔ دل توڑنے اور بدزبانی کرنے والوں کی آخرت میں سخت پکڑ ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ وہ شخص مفلس ہوگا جس کے پاس قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ ہوگا، لیکن اس نے کسی کو گالی دی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا، تو اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی اور پھر بھی حساب باقی ہوگا، تو ان کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا'' (مسلم)۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دل توڑنے اور زبان درازی کا انجام دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہوگا۔ مولانا عاقلؒ اپنی پوری زندگی فرماتے تھے کہ اپنی زبان کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی ہے کہ بات کم کریں اور جو بھی بات کریں وہ عقل اور سمجھ داری کے ساتھ کریں مولانا اکثر یہ شعر ماتے تھے۔

عاقل کیلئے قاضی حاجات ہے بات
غافل کیلئے یورش آفات ہے بات
ہے بات ہی مشکل جو نہ کرنی کرنی آئے
کرنی اگر آئے تو کرامات ہے بات

اسلام ہمیں نرمی، محبت اور ایک دوسرے کے دلوں کا خیال رکھنے کا درس دیتا ہے۔ ہمیں اپنے الفاظ اور اعمال کا سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے تاکہ نہ تو دنیا میں رشتے خراب ہوں اور نہ ہی آخرت میں پکڑ کا سامنا کرنا پڑے۔ اور سماج میں دیکھا یہ بھی جاتا ہے کہ بعض لوگ کسی کے مظالم یا بدتمیزی کو برداشت کرتے ہیں تو ظالم کمزور بے عقل سمجھتے ہیں جبکہ یہ اس کے اخلاق ہوتے ہیں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دلوں کو نرم رکھنے اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دل ٹوٹا اس کی شان بڑی یہ مسکن رب علیٰ ٹھہرا
جو ٹوٹ کے بھی ہو بیش بہا اس موتی کی قیمت کیا کہنا
(علامہ عاقل حسامیؒ)

☆☆☆

جہنم کی قید

ابو یحییٰ

میں پچھلے چار گھنٹے سے اپنے ہی گھر کی اسٹڈی میں قید ہوں۔ میں عشا کی نماز پڑھ کر یہاں آیا تھا اور اپنے بچے کی دراندازی سے بچنے کے لیے دروازہ لاک کر دیا تھا۔ دوبارہ دروازہ کھولنے کی کوشش میں لاک ٹوٹ گیا۔ دروازہ توڑنے سے بچنے کے لیے گھر والے اور میرے دوست پچھلے چار گھنٹے سے کسی چابی والے کی تلاش میں ہیں مگر بے سود۔

بھوک پیاس اور اس قید میں جو سب سے بڑی دریافت میں نے کی ہے اور جسے اس وقت میں تحریر کر رہا ہوں وہ قرآن مجید کی اس آیت کا مفہوم ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''پس چکھو (عذاب کا مزہ) جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا۔ (آج) ہم بھی تمہیں بھول چکے ہیں اور چکھو ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ اپنے اعمال کی پاداش میں۔''

یہ سورہ سجدہ کی آیت ۱۴ ہے۔ اسی سورت کی آیت ۲۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جب کبھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے اس میں دھکیل دیے جائیں گے۔''

اپنے ہی گھر میں اور اس احساس کے ساتھ کہ میرے گھر والے، رشتہ دار اور میرا عزیز دوست ضیا مسلسل مجھے یاد رکھے ہوئے اور مجھے باہر نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں، میرے لیے یہ قید کاٹنا آسان ہے۔ مگر مجھے یہ احساس بھی ہو رہا ہے کہ جہنم میں قید ان لوگوں کی بے بسی کا کیا عالم ہوگا جن کو جہنم کے قید خانے میں بدترین عذاب دیے جا رہے ہوں گے۔ یہاں سے نکلنے کی واحد امید اللہ کی ذات ہوگی۔ مگر اللہ انہیں بھول چکا ہوگا۔ اب رہے جہنم کے دروازے تو ان پر جہنم کے وہ سخت گیر داروغہ تعینات ہوں گے جو ان کے باہر نکلنے کی ہر کوشش ناکام بنا دیں گے۔ کاش انسان اس دن کے آنے سے قبل جہنم کی اس مایوسی اور اس کے عذاب کی شدت کو سمجھ لیں۔ کاش قید خانے میں جانے سے قبل لوگ خود کو اس قید سے چھڑا لیں۔

☆☆☆

مواعظ حسنہ: سالکین راہِ طریقت کیلئے مشعلِ راہ

محدثِ دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادریؒ کے انمول ارشادات ومکتوبات احادیث شریفہ واقوالِ صوفیہ کی روشنی میں

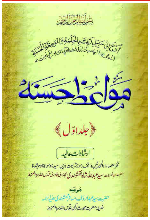

(38)

صبر: نفس کو غضب وشہوت سے روکنے اور عقل کو اپنی خواہش پر ترجیح دینے اور حد شرعی سے باہر نہ ہونے کا نام صبر ہے۔ صبر کامیابی کی کنجی ہے، اور ترقی باطن کا دارومدار صبر ہی پر ہے۔ صبر سے روح میں تازگی ونورانیت اور تازگی میں پژمردگی پیدا ہوتی ہے۔

کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا بے صبری سے نہیں بن پاتا، جہاں تک غور کیا جائے بے صبری سے کہیں کامیابی نہیں ہوتی، جس قدر بلند درجات ہیں صابرین ہی کو دینے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

بڑے بڑے مراتب ودرجات مصیبت زدوں کے لیے ہی ہیں، دوسرے ان مراتب پر نہیں پہنچ سکتے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کسی بندہ کو خدائے تعالیٰ کوئی مرتبہ دینا چاہتے ہیں اور وہ عمل سے اس مرتبہ پر نہیں پہونچ سکتا ہے تو اسے جسمانی مصائب میں مبتلا کردیتے ہیں، یا مال کی مصیبتیں دے کر مفلس ومحتاج بنادیتے ہیں، یا اولاد کی اموات سے مصیبتیں آتی ہیں۔ جب وہ بندہ ان بلاؤں پر صبر کرتا ہے تو جو درجہ عمل سے نہیں مل سکتا تھا وہ ان بلاؤں پر صبر کرنے سے مل جاتا ہے۔

مصائب اور بلائیں گو بظاہر بری معلوم ہوتی ہیں مگر ان میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص بیمار ہوجائے اور اسے فاسد مادہ ستارہا ہو تو طبیب مسہل دے کر خارج کرواتا ہے۔ گو مسہل سے تکلیف ہوتی ہے، دست آتے ہیں مگر آپ اس کو حکمت وعلاج سمجھ کر برداشت کرلیتے ہیں۔ اسی طرح مصائب روحانی مسہل ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ دور فرماتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ مسہل کو تو آپ حکمت سمجھیں اور مصائب کو حکمت نہ سمجھیں!! اگر مصائب نہ ہوتے تو آپ کو صبر کا ثواب کیسے ملتا ہے۔

حدیث شریف: حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میں اپنے بندہ پر بلا نازل کرتا ہوں اور وہ صبر جمیل سے پیش آتا ہے تو مجھے قیامت میں شرم آئے گی کہ اس کے اعمال تولنے کے لیے میزان کھڑی کروں!

اور فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ دنیا میں مصیبتیں اور بلائیں جن پر نازل ہوئیں وہ جنت کی طرف چلیں! لوگ بے حساب جنت کی طرف چلیں گے راہ میں فرشتوں کی دریافت پر کہ کیا تمہارا حساب ہوچکا ہے؟ جواب دیں گے ہم حساب نہیں جانتے۔ اس پر فرشتے پوچھیں گے کہ دنیا میں تمہارا کیا عمل تھا؟ جواب دیا جائے گا ہم بلاؤں پر صبر اور مصیبتوں کو نعمت سمجھ کر شکر ادا کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے تمہارا یہی بدلہ ہے چلے جاؤ جنت میں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں صبر کی تین قسمیں بتلائی گئی ہیں: اوّل ادائے فرائض پر، یہ بھی باعث ثواب ہے۔ دوم خدائے تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رکنے پر، اس کے لیے دو چند ثواب ہے۔ سوم مصائب اور صدقات پر اس کے لیے سہ چند ثواب ہے۔ ان تینوں میں ایک دوسرے پر فضیلت کے مدارج اس طرح ہیں جیسے گرما کا روزہ اور جاڑے کی نماز۔ فرائض اور محرمات کی سختی پر تو ہر ایمان دار صبر کرسکتا ہے مگر مصیبت پر صبر وہی کرے گا جس کو توفیق ہوگی، اس لیے کہ یہ نفس پر بہت شاق ہوتا ہے۔ جس شخص کو تیسرے درجہ کے صبر کی خصلت عطاء ہوئی ہو وہ بڑا سعادت مند وصاحب فضیلت ہے۔ شب بیدار اور صائم الدہر سے اس کا درجہ افضل ہے۔

حضرت ابو حامدؒ فرماتے ہیں صابر وہ ہے جو صبر پر صبر کرے، نہ کہ جو صبر کرے اور شکایت کرتا پھرے۔

حدیث شریف: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتے ہیں تو اس کو ایسی بلاء میں مبتلا فرماتے ہیں جس کی دوا نہ ہو، پس اگر صبر کرے تو اس کو چن لیتے ہیں، اور اگر راضی ہو تو اسے برگزیدہ کردیتے ہیں۔

حضرت فتح موصلیؒ کی بی بی ایک بار پھسل کر گر پڑیں اور ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو آپ ہنس دیں، لوگوں نے پوچھا بی بی آپ کو اتنا زبردست صدمہ پہنچا کیا تکلیف نہیں ہورہی ہے؟ ان بی بی نے جواب دیا مجھے اس کا ثواب بتلایا گیا ہے اس کے مزہ میں میرے دل سے درد کی تلخی جاتی رہی۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی بندہ کو مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے اور شکایت کا کلمہ زبان پر نہیں لاتا تو میں اس کا معاوضہ گوشت سے بہتر گوشت، خون سے بہتر خون دیتا ہوں۔ اگر تندرست کرتا ہوں تو گناہ معاف کرکے، اور موت دیتا ہوں تو پاک وصاف کرکے اپنے جوارِ رحمت میں لے لیتا ہوں۔

عادت کا صبر یہ ہے کہ کسی نے بری بات کہی ہو تو اس سے انتقام نہ لیا جائے اور اس کو سخت وست نہ کہا جائے۔ عبادت کا صبر یہ ہے کہ گو مزہ نہ آئے مگر عبادت کرتا ہی جائے۔ مصائب میں بے قرار نہ ہو۔

بعض لوگ مصائب سے تنگ آکر حکام وقت کو برا بھلا کہنا شروع کرتے ہیں، یہ بھی بے صبری کی علامت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ حاکموں کو برا نہ کہو کہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں، تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، وہ حکام کے دل نرم کردیں گے۔ جو کام دنیا میں ظہور پاتے ہیں وہ بمقتضائے مشیت ایزدی ہوتے ہیں، اس لیے ہر حال ہم کو صابر وشاکر رہنا چاہیے" ویفعل اللہ مایشاءُ "(اور اللہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں)۔

مصائب میں عشق ومحبت کو ترقی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے۔ اس وقت مخلوق سے نظر ہٹ کر مصیبت زدہ کا دل دنیا سے سرد ہوجاتا اور وہ ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے امید نہیں رہتی، دنیا کی حقیقت اس پر کھل جاتی ہے۔ تکلیف میں جزع وفزع (بے قراری) نہ کرنا اور اعمال نیک میں کوتاہی نہ کرنا صبر جمیل ہے۔

بعض لوگ جزع وفزع تو نہیں کرتے مگر اعمال نیک میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں، ذکر وتہجد وتلاوت قرآن مجید سب چھوڑ دیتے ہیں، جماعت کا اہتمام بھی نہیں رہتا تو یہ صبر جمیل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ مصائب میں جزع وفزع نہ کرنا اور کسی معمول میں خلل نہ آنا یہی صبر جمیل ہے۔

حکایت: ایک روز حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمارہے تھے، اثنائے وعظ میں کسی نے یہ خبر دی کہ آپ کا جہاز جس میں ہزار ہا روپیہ کا مال واسباب تھا طوفان میں آگیا۔ آپ نے اس خبر وحشت اثر کو سن کر سر جھکالیا، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا" الحمد للہ "اور بدستور وعظ فرمانے میں مصروف ومشغول ہوگئے، رنج وملال اور تغیر وتبدل مزاج مبارک سے ظاہر نہ ہوا، چند روز کے بعد آپ پھر وعظ فرمارہے تھے، ایک شخص نے آپ کو خبر دی کہ آپ کا وہ جہاز جو مع مال واسباب طوفان میں آگیا تھا صحیح وسالم ہے اس میں کسی طرح کا نقصان نہیں ہوا۔ آپ نے حسبِ سابق سر جھکالیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا الحمد للہ، اور بدستور وعظ میں مشغول ہوئے، فرحت وسرور مزاج مبارک سے ظاہر نہ ہوا۔ بعد اختتام وعظ خادموں نے عرض کیا کہ واقعہ رنج وملال سن کر بھی آپ نے الحمد للہ فرمایا تھا اور خبر فرحت وسرور بھی سن کر الحمد للہ ہی فرمایا! اس کے راز واسرار سے آگاہ فرمائیں تو مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دونوں خبروں کو سن کر اپنے دل کی طرف توجہ کی، دونوں حال میں بھی اس کو اللہ پاک کی یاد میں مستغرق پایا، رنج وملال اور فرحت وسرور سے یادِ خدا میں فرق نہ آیا، اس لیے دونوں وقت میں نے الحمد للہ کہا۔

مصیبتوں میں رنج وغم وتکلیف دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو جسمانی، دوسری عقلی۔ جیسے عملِ جراحی کرواتے وقت جسمانی تکلیف تو ہوتی ہے لیکن عقل کے اعتبار سے ناگواری نہیں ہوتی۔ جسمانی رنج تو انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے، جیسے آنحضرت ﷺ کو صاحبزادہ کے انتقال کے وقت ہوا تھا، لیکن عقلی رنج نہ ہونا ہی صبر جمیل ہے۔

عاشقان الٰہی کو مصائب کا جسم پر تو اثر ہوتا ہے لیکن قلب پر پریشانی نہیں پہنچتی۔ اگر کوئی ظاہری تکلیف بھی پہونچتی ہے تو ان کا قلب پرسکون رہتا ہے۔ وہ عین غم کی حالت میں بھی مسرور ہی رہتے ہیں، جس طرح عاشق کو معشوق کے دبوچنے سے تکلیف تو ضرور ہوتی ہے لیکن دل راضی اور خوش رہتا ہے، گو جسم کو تکلیف ہوتی ہے لیکن روح کو آرام پہنچتا ہے۔

حکایت: ۔ عین عید کے دن حضرت مولانا یعقوبؒ کے نوجوان صاحبزادہ کا انتقال ہوا۔ ادھر فرزند نزع میں ہے ادھر نماز عید کا وقت قریب آگیا، مولانا نے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لو بھائی تم کو خدا کے سپرد کرکے اب ہم تو جاتے ہیں، اس لیے کہ ہمیں نماز پڑھنی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں ملاقات ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ رخصت ہوگئے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے لیکن ایک کلمہ بھی بے صبری کا زبان سے نہ نکلا، خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی۔ اسی کا نام صبر جمیل ہے۔

حکایت: ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فرزند کا انتقال ہوا، لیکن کیا مجال کہ معمولات میں فرق آجائے۔ چاشت، تہجد اور ادو وظائف قضاء تو کیا ان میں تاخیر بھی ہونے نہ دی۔ وہی معمولات وہی اذکار واشغال وہی تعلیم وتلقین وغیرہ کسی میں بھی فرق آنے نہ پایا۔ یہ تعلق مع اللہ کی برکت ہے جو صبر جمیل سے نصیب ہوتی ہے۔

صحبت: ۔ بری صحبت سے احتراز اور اچھی صحبت سے اختلاط رہے۔ جس کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ہمارا شمار بھی اچھوں میں ہونے لگتا ہے۔ جس طرح کنکر ڈھیلے اور کوڑا گیہوں کے مول بک جاتا ہے جس کو علیحدہ کوئی نہیں پوچھتا۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ طاعت است
یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضور اولیا

(اگر ایک گھڑی بھر بھی نیک لوگوں کا ساتھ میسر آجائے تو وہ زاہد اور اطاعت کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ اگر اولیاء اللہ کی صحبت میں ایک وقت ہی بیٹھنا مل جائے تو وہ سو سال کی بے ریا، عبادت وریاضت سے بہتر ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی چاہتا ہو تو اسے کہو کہ وہ اولیاء کی صحبت میں بیٹھے)۔

صحبت کا وہ اثر ہے کہ آدمی جس کی صحبت میں رہتا ہے ویسا ہی ہوجاتا ہے۔ اس لیے جن کے دلوں میں محبت الٰہی نہ ہو ان کی صحبت سے بچو، اگر آپ میں کچھ محبت الٰہی پیدا ہوگئی ہو تو ان کی صحبت کے اثر سے نکل جائے گی۔ جو فقیر شرع کا پابند اور صاحب درد ہو، اس کی صحبت اور خدمت غنیمت جانو، اور سچے دل سے اس کے ساتھ محبت رکھو، اس لیے کہ اچھوں کی صحبت کچھ نہ کچھ رنگ ضرور لائے گی۔ اس لیے قرآن مجید اور احادیث شریفہ نہایت ہی پراثر الفاظ میں نیک صحبت کی ترغیب دلا رہے ہیں۔

(جاری)

حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ اپنی تحریروں کے آئینہ میں

مفتی حافظ سید صادق محی الدین فہیم
Cell No. 9848862786

اللہ سبحانہ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا ہے یہ اعزاز واکرام ان کو اس لئے بخشا گیا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کریں اور اسی کی عبادت وبندگی بجا لائیں اور مخلوقات اس کی مکلف نہیں ہیں بلکہ اللہ سبحانہ نے ان کو اپنے فضل وکرم سے انسانوں کی خدمت پر مامور فرمایا ہے، چونکہ انسان احکام اسلام کے مکلف ہیں اس لئے ان کی رہبری ورہنمائی کے لئے سب سے پہلے پیغمبر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی بعثت مبارکہ ہوئی کم وبیش، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم السلام مختلف ادوار و اقوام اور مختلف بولیاں بولنے والوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں آتے رہے تاکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض پورا ہوتا رہے۔ سرور انس وجاں، سید الکائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سبحانہ نے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ورسالت کے اس مبارک سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ قرآن مجید آخری آسمانی صحیفہ ہدایت ہے، چونکہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت تا قیام قیامت جاری وساری رہے گی اس لئے پیغام اسلام انسانیت تک پہونچانے کی ذمہ داری اللہ سبحانہ نے امت کے نازک کاندھوں پر رکھی ہے، ارشاد باری ہے "تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (آل عمران: ۱۱۰) پیغام اسلام کی اشاعت گوکہ ساری امت پر فرض ہے لیکن اللہ سبحانہ نے آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد یہ کام حضرات اہل بیت اطہار، حضرات صحابہ کرام اور حضرات تابعین وتبع تابعین رضی اللہ عنہم سے لیا، بعد کے ادوار میں اولیاء، صلحاء، علماء، مجتہدین ومجددین اپنے اپنے ادوار میں یہ اہم ترین فریضہ انجام دیتے رہے اور دیتے رہیں گے۔ ان خاصان خدا میں حیدرآباد دکن کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت بھی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی محدث دکن سیدی حضرت عبداللہ شاہ قدس سرہ العزیز ہے جو اپنے وقت کے متبحر عالم دین، صوفی باصفا، مرشد کامل، کتاب وسنت کے عملی پیکر، رشد وہدایت کا ایک عظیم مینار رہے ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف میں ایک عظیم تالیف "زجاجۃ المصابیح" ہے جو مشکوٰۃ المصابیح کے طرز ونہج پر ہے۔ عرصہ دراز سے فقہ حنفی پر اعتراض تھا کہ یہ صرف قیاس پر مبنی ہے جس کی احادیث پاک سے کوئی دلیل نہیں ملتی اس لئے آپ رحمہ اللہ نے اس میں مسلک حنفی کی تائید میں وارد احادیث پاک خاص طور پر جمع کی ہیں تاکہ معترضین کا اشکال واعتراض دور ہو، علاوہ ازیں زجاجۃ المصابیح کی اہل علم کے ہاں قدر اس کے علمی وتحقیقی حاشیے کی وجہ سے بھی ہے، جو حضرت علیہ الرحمہ نے احادیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے قلمبند فرمائی ہیں جو علم تحقیق کا ایک سمندر ہیں، حضرت علیہ الرحمہ گو کہ حیدرآباد دکن کے خاص گوشہ حسینی علم میں فروکش رہے، رشد وہدایت، تصنیف وتالیف کے لئے جس مسجد کو مرکز بنایا تھا وہ بھی حسینی علم میں حضرت علیہ الرحمہ کی رہائش گاہ کے قرب میں واقع ہے، سوائے سفر حج بیت اللہ شریف کے آپ علیہ الرحمہ کو بیرون ممالک اسفار کا کبھی موقع نہیں ملا اس کے باوجود آپ کی علمی وروحانی خدمات جلیلہ کی وجہ سارے عالم اور خاص طور پر علمی دنیا میں آپ علیہ الرحمہ کا بڑا شہرہ ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی اردو تصانیف پند ونصائح پر مشتمل ہیں، جابجا واقعات وحکایات، امثال وعبر بکثرت جمع ہیں جو قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتے، زبان بڑی سادہ اور سلیس ہے لیکن اس میں علم وحکمت کے قیمتی موتی ہیں، حضرت علیہ الرحمہ کی صحبت بافیض سے کئی ایک انسانوں کے دلوں کی دنیا بدل گئی اور آپ علیہ الرحمہ کی تالیفات سے کئی ایک انسانوں کی زندگی میں انقلاب برپا ہوا۔ حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کی تاریخ ۱۸/ ربیع الثانی ہے، اس مناسبت سے آپ علیہ الرحمہ کی تحریرات کے چند نمونے یہاں قارئین کی نذر کئے جارہے ہیں تاکہ مضامین کی بلندی، ان کی سادگی کا اندازہ ہوسکے، آپ علیہ الرحمہ کی ان تحریروں میں دردمندی وجگرسوزی کی جو جھلکیاں ہیں اسے محسوس کیا جاسکے۔ سطر سطر میں یاد الٰہی اور فکر آخرت کی جو یاد دہانی کروائی ہے، اس کو سرمہ بصیرت بنایا جاسکے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ساری کائنات کو انسانوں کیلئے پیدا فرمایا ہے اس طرح وہ گویا مخدوم کائنات ہیں اور ساری کائنات ان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے اور خود انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت ومحبت اور عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے، ظاہر ہے وہی انسان دونوں جہاں میں کامیاب ہیں جو سب سے زیادہ اپنے خالق و مالک سے محبت رکھتے ہیں، قرآن مجید میں ایمان والوں کی یہ شان بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ سے شدید محبت رکھتے ہیں وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ/ ۱۶۵)۔ ظاہر ہے ایمانی نقطہ نظر سے محبت الٰہی کو اولیت حاصل ہے، حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں اس کی دعوت دی ہے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سرِّ عشق ہرچہ بگویی بطالت است
سعدیؔ بشولوح دِل از نقش غیر حق
علمی کہ راہ حق ننماید جہالت است

"محبوب کی یاد کے علاوہ جو کچھ کرو عمر ضائع ہے، رازِ عشق کے علاوہ جو کچھ سیکھ رہے ہو وہ باطل ہے، سعدیؔ دل کی تختی سے غیر حق کے نقش کو مٹادو، وہ علم جو کہ حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے"۔ یہ نعمت عظمیٰ جن کو نصیب ہوجائے وہ خوش نصیب ہیں، چنانچہ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "دنیا کی تمام نعمتوں میں عشق الٰہی کی نعمت اعلیٰ وافضل ہے، اسی نعمت سے انسان انسان ہے ورنہ حیوان کا حیوان ہی ہے، غیر خدا کی محبت دل کی ہلاکت ہے، جس دل میں اللہ سبحانہ کا عشق ہوگا وہی ان کا راستہ چلے گا اس لئے بابا! عشق الٰہی پیدا کرو۔ جب عشق کامل ہوتا ہے تو عاشق کا کچھ ارادہ ہی نہیں رہتا جو معشوق کا ارادہ ہو، وہی عاشق کا ارادہ ہوجاتا ہے، یہی مقام تسلیم ورضا کا ہے۔ عاشق اپنے معشوق کی طلب سے کبھی نہیں رکتا، جو ہوسکے کیا جاتا ہے۔ بابا! اگر تم بھی خدائے تعالیٰ کے عاشق اور سچے طالب نہ بن سکو تو کم از کم اتنا ہی کرو کہ ان کے چاہنے والوں کی فہرست میں آپ کا نام آجائے اپنی ٹوٹی پھوٹی نماز اور عبادت لئے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے لپٹ جاؤ تو اس چیونٹی کی طرح جو کعبہ کے کبوتر سے لپٹ کر کعبہ پہنچ گئی تھی آپ بھی معشوق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ گے، عشق الٰہی کی خواہش ہو تو حلال وطیب کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، اس کے دھوکے میں نہ آؤ، وہ آپ کا موروثی دشمن ہے اس نے آپ کو دوزخی بنانے کیلئے کمر باندھ رکھی ہے، سالک اپنی پچھلی حالت کو صرف اس لئے سوچے کہ اس پر نادم ہوکر توبہ کرنے کا موقع ملے اس کے بغیر پچھلی حالت کو سوچنا بیکار ہے اب آپ کو چاہئے کہ اپنی آئندہ زندگی سدھارنے کی فکر کریں" (مواعظ حسنہ ۱/ ۲۶۳)

دنیا میں انسان کے مقصد تخلیق، اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت وموت کی یاد دہانی کرواتے ہوئے آپ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: "اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنی محبت حاصل کرنے کیلئے بھیجا ہے کہ اس عمر گرانمایہ کو اعمال صالحہ میں بدل لائے۔ ہر چیز کا عوض ممکن ہے لیکن عمر عزیز کے ایک لمحہ کا بھی عوض ممکن نہیں اس لئے اس کی قدر کیجئے ضروریات سے جو بھی وقت بچے اس کو ذکر الٰہی میں گزار دیجئے، کبھی مسلمانوں کے قبرستان اور اولیاء اللہ کے مزارات پر جاکر عبرت وفیض حاصل کیا کیجئے، سوتے وقت جب تک دلچسپی ہو مراقبہ موت کرتے رہئے، کثرت ذکر سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور مراقبۂ موت سے دنیا کی نفرت پیدا ہوگی یہی اس عمر عزیز کی قدر ہے ورنہ پچھتانا پڑے گا اور کچھ نہ ہوسکے گا، اے خدائے تعالیٰ کے طلب کرنے والو جو کچھ تمہارا جاتا رہے اس پر افسوس نہ کرو، اگر افسوس کرو تو عمر کی ان گھڑیوں پر جو یاد الٰہی کے بغیر گزر رہی ہیں۔

ہر چہ بینی در جہاں دار وعوض
در عوض گردد ترا حاصل غرض
بے عوض دانی چہ باشد در جہاں
عمر باشد عمر قدر آں بداں

اگر کسی کا قیمتی مال واسباب جاتا رہے تو پھر بھی ملنے کی توقع ہے مگر اس عمر عزیز کے گزر جانے کے بعد ملنے کی کسی طرح امید نہیں، دیکھئے اگر کوئی شخص جوان ہوگیا ہے کیسی ہی تدبیر کرے لڑکپن نہیں آسکتا جو بوڑھا ہوگیا ہے وہ کسی طرح جوان نہیں ہوسکتا پھر جب مرنے لگے تو بوڑھاپا بھی چلا۔ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ اپنی آخری عمر میں بہت روتے اور فرماتے اے پروردگار میں بوڑھا ہوگیا ہوں میری عمر ختم اور یہ جسم کمزور ہوگیا ہے اور عبادت گھٹ گئی ہے بس آپ اپنے فضل وکرم سے مجھے دوزخ سے بچالیجئے، کیونکہ میں ایک لمحہ کیلئے بھی اس میں ٹھہرنے کی ہمت نہیں رکھتا" (مواعظ حسنہ: ۱/ ۲۶۹، ۲۷۰)

اللہ سبحانہ کی محبت کا ثمرہ عبادت ہے اللہ سبحانہ کو چاہنے والے اللہ کی عبادت میں سرور پاتے ہیں، عبادت کی اہمیت اور اس کے برکات تحریر فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں "انسان اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے صفات کا مظہر بنائے"۔ فرماتے ہیں "عبادت کے معنی غلام بننا ہیں اور وہ کام کرنا جس سے خدائے تعالیٰ راضی وخوش ہوں، اسماء صفات الٰہیہ کے حقوق ادا کرنا عبادت کی حقیقت ہے یعنی وہ ذرائع اختیار کرنا جن سے ان صفات کا ظہور ہو" تخلقوا باخلاق اللہ "سے اسی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو، ان صفات سے خود بھی متصف ہو، مثلاً وہ رحمن ورحیم ہیں، تم بھی رحم کی صفت پیدا کرو، وہ کریم ہیں تم بھی کریم بنو، اسی طرح کل صفات سے متصف ہوجاؤ، اسمائے الٰہی کے ظاہر وباطن بھی ہیں ان کے بھی حقوق ادا کرو، ظاہر کے حقوق اعمال ظاہری اور باطن کے حقوق باطن کی اصلاح ہے جس نے کسی ایک صفت میں بھی کوتاہی کی اس اسم کا حق ضائع کیا، گویا ناقص عبادت کی، عبادت پوری پوری کرنا چاہتے ہو تو اعمال ظاہری بھی کرو اور باطنی بھی، عبادت کا مغز ہے کہ ہمارے ہر کام سے بندگی کا اظہار ہو سب کچھ کریں لیکن خلوص ومحبت کے ساتھ اور حکم خداوندی کے موافق کریں تو ہر کام عبادت ہوجاتا ہے، اصل عبادت یہ ہے کہ سارے انسانی لوازم باقی رہیں، خدائے تعالیٰ کی مرضی کے موافق کھائیں پئیں لیکن اس کو مقصود نہ سمجھیں، اصل مقصد تو خدائے تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، ہمارے کاروبار اس کا ذریعہ بنے رہیں تو وہ سب عبادت ہے" (مواعظ حسنہ ۱/ ۲۵۵)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کائنات میں انسانوں کیلئے کئی ایک مناظر رکھے ہیں جن میں عبرت ونصیحت کے صدہا پہلو ہیں لیکن وہ دنیا کی غفلت میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، قرآن پاک میں جابجا عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ عبرت ونصیحت وہی بندے حاصل کرتے ہیں جن پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے اور جو اللہ سبحانہ کے ہاں محبوب ومقبول ہوتے ہیں، عبرت کے مواقع پر عبرت حاصل نہ کرنا فضل حق سے محرومی ہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایک واقعہ ملتا ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے عبرت ونصیحت کے دروازے کھلتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک مرے ہوئے بکری کے بچے پر سے گزر ہوا، عام طور پر ایسے مواقع پر انسان اس سے کوئی نصیحت وعبرت حاصل کئے بغیر ہی گزر جاتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ دیر کے لئے وہاں توقف کرنے کی ہدایت فرمائی اور ارشاد فرمایا: ایکم یحب ان ہذا لہ بدرہم "تم میں کون ہے جو اس کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے" اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: مانحب انہ لنا بشی "ہم اس کو ایک درہم میں بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے کیونکہ وہ ہماری نظر میں کوئی چیز ہی نہیں ہے" اس جواب کے بعد حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم حقیقت بیان فرمائی کہ اللہ کی نظر میں یہ دنیا اس مردہ بکری کے بچے سے بھی زیادہ حقیر ہے (مسلم ۱۸/ ۴۹۳) اس تناظر میں حضرت محدث دکن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کسی چیز کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا عبرت ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اس کے دل کی آنکھ کھول دیتے ہیں اور وہ ہر چیز سے عبرت لیتا ہے اس کے دل کی زبان کھول دیتے ہیں اور وہ خدائے تعالیٰ کے ذکر میں لگا رہتا ہے اسی طرح اس کے دل کے کان کھول دیتے ہیں اور وہ نصیحت سنتا اور عمل کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے برے اعمال کے باعث اس کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی زبان کو اپنی یاد سے روک دیتے ہیں دل میں دنیا بھر کے خیالات آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ کا دھیان کبھی نہ آئیگا، اس کے دل کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگادی جاتی ہے اس وقت وہ کسی چیز سے عبرت لیتا ہے نہ کسی کی نصیحت سنتا ہے، حضرت احمد بن حرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص کسی چیز کو نگاہ عبرت سے نہ دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس سے چالیس دن تک عبادت کی لذت سلب فرمادیتے ہیں۔ اعوذ باللہ من ذلک" (مواعظ حسنہ ۱/ ۲۵۸)

زندگی کی بے ثباتی بیان کرتے ہوئے آپ علیہ الرحمہ آخرت کی فکر کرنے کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور تمثیل کی زبان میں سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں "کشتی اور جہاز میں بیٹھا ہوا سمجھتا ہے کہ میں ایک ہی جگہ بیٹھا ہوا ہوں، وہ سخت غلطی پر ہے گو وہ نہ سمجھے مگر وہ چلا ہی جارہا ہے، بعینہ یہی حالت انسانی زندگی کی ہے وہ بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں مقیم ہوں مگر وہ مسافر ہے منزلیں طے کرتا چلا جارہا ہے جس منزل پر جاتا ہے آئندہ کی دوسری منزل سے انکار کربیٹھتا ہے ماں کے پیٹ میں رہنے کے وقت اگر کوئی کہے ارے میاں ماں کے پیٹ سے کیا دل لگائے ہو آگے جو دنیا آنے والی ہے وہ بڑی پرلطف جگہ ہے، ہوادار مقام ہے، وہاں طرح طرح کی نعمتیں ہیں، غرض دنیا کی تمام لذتوں کا بھی ذکر کیا کریں مگر وہ بچہ جو شکم مادر میں ہے سب غلط اور ساری لذتیں ماں کے پیٹ میں ہی سمجھتا ہے اور اس کے بعد جب وہ دنیا کی منزل میں آجاتا ہے اور اس کے مزے لینا شروع کردیتا ہے تو ماں کے شکم کو بھول جاتا ہے اور ماں کے شکم میں جانے پر راضی نہیں ہوتا، ایسا دنیا کی منزل میں کہا جاتا ہے، ابھی آگے اور ایک منزل آخرت بھی ہے، وہاں ایسی ایسی نعمتیں اور خوبصورت عورتیں ہیں کہ تم یہاں کی ساری نعمتوں کو بھول جاؤ گے تو اس بچے کی طرح جو شکم مادر میں کہتا ہے کہ نہ آخرت ہی ہے اور نہ وہاں کی لذتیں جو کچھ ہے بس دنیا ہی میں ہے جو صحیح نہیں ہے، اس لئے بابا! بیدار ہوکر اس تھوڑی سی زندگی کو غنیمت سمجھو اور آخرت کی تیاری میں لگے رہو ورنہ بہت پچھتانا پڑے گا اور اس وقت پچھتانا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا" (مواعظ حسنہ: ۱/ ۱۹۷، ۱۹۸)

بات بات پر دشمنی وعداوت ہمارا وطیرہ ہے جب کہ عداوت ودشمنی انسان کے دل کو نفرت وانتقام کا گھر بنادیتی ہے اور انسان خدائی احکام کے بجائے نفس وشیطان کا پیرو بن جاتا ہے، نتیجتاً انسان کا دین اس کی دنیا دونوں خراب ہوجاتے ہیں، آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "باہمی مخالفت سے دین کا ضرر ہوتا ہے، جس کے باعث دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے اس لئے جن وجوہ سے مخالفت پیدا ہو ان سے بچتے رہو، سب سے نرم اور شیریں گفتگو کیا کرو، نرمی کا اچھا اثر ہوتا ہے، سخت گالی گلوج اشتعال انگیز باتیں نہ ہوا کریں، شیطان آپس کے سخت برتاؤ سے عداوت ونفرت پیدا کردیتا ہے اس لئے کہ وہ انسان کا دشمن ہے، جب ایک شخص کو دوسرے سے کسی قسم کا اندیشہ ہو تو وہ آپس میں ایذا رسانی کے درپے ہوجاتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ سانپ اس لئے پہلے ڈستا ہے تاکہ انسان اسے مار نہ ڈالے، عداوت کا بھی یہی حال ہے، اس میں فریقین کو ہمیشہ یہی فکر لگی رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے مخالف کو ذلیل کرے۔ مالی یا جسمانی نقصان پہونچائے، یہاں تک کہ انہیں اپنی جدوجہد میں جائز وناجائز کا خیال بھی نہیں رہتا، نتیجۃً مخالفت بڑھتی ہی جاتی ہے" (مواعظ حسنہ ۱/ ۲۵۹) علم کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ایمان سلامت رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ دین کی تعلیم حاصل کی جائے اگر یہ نہ ہوسکے تو صحبت علماء واہل اللہ اس کا بدل ہے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو دینی کتب کا مطالعہ غنیمت ہے لیکن اس کی بھی استعداد پیدا ہونے تک صحبت علماء کی ضرورت ہے" (مواعظ حسنہ ۱/ ۲۶۷)

اور ایک جگہ علماء کو علم کے ساتھ عمل کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں "جب تم قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے ہو تو عالم باعمل بھی بن جاؤ جو عالم بے عمل ہو اس سے نسبت ربانی منقطع ہوجاتی ہے، اس کی مثال درخت بے ثمر کی ہے جیسے یہود کے علمائے بے عمل" (مواعظ حسنہ: ۱/ ۲۶۸) حضرت ابراہیم بن احمد صوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عالم وہ نہیں ہے جو بہت علم رکھتا اور بہت سی حکایتیں کہتا ہو بلکہ عالم وہ ہے جو علم کے مطابق عمل بھی کرے اگرچہ وہ تھوڑا علم والا ہی کیوں نہ ہو، زبان دانی سے علم نہیں آتا اگر زبان دانی کا نام علم ہوتا تو ابوجہل وابولہب بڑے عالم تھے، علم اور شئے ہے اور زبان دانی شئے دیگر"۔ اور علم کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "بابا علم ایسا نور ہے جس سے تواضع، شفقت، کشادہ پیشانی وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں"۔

اسلام نے اخلاص کو بنیادی حیثیت دی ہے اس لئے اکثر محدثین اپنی کتاب حدیث کا آغاز "انما الاعمال بالنیات" کی حدیث پاک سے کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی کئی آیات مبارکہ اور کئی ایک احادیث شریفہ سے اخلاص کی اہمیت واضح ہے۔ مختصر یہ کہ عمل کی حیثیت جسم کی اور اخلاص کی حیثیت روح کی ہے ظاہر ہے روح کے بغیر جسد بے قیمت ہے اس حقیقت کو آپ یوں بیان فرماتے ہیں "حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب اعمال سے محبوب ترین وہ عمل ہے جس کی بنا اخلاص پر ہو اس لئے کہ عمل اخلاص ہی سے کارآمد ہوتا ہے اور اخلاص اس کیلئے ایسا ضروری ہے جیسے بدن کیلئے روح، بدن جیسے بے روح بیکار ہوجاتا ہے عمل بے اخلاص بھی بے کار وبے قدر وقیمت ہوتا ہے، اعمال کا ظاہر طاعت اور باطن اخلاص ہے، اعمال ظاہری اعمال باطنی سے مل کر پورے ہوتے ہیں اسی طرح اعمال باطنی بھی اعمال ظاہری سے مل کر قدر وقیمت والے بن جاتے ہیں، اگر کوئی شخص خود کو مخلص سمجھے اس کے اخلاص کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تو وہ اخلاص نہیں ہوسکتا، اسی طرح اگر کوئی ہزار سال تک عمل نیک کرے جب تک اس کا عمل اخلاص سے پُر نہ ہو عمل نیک نہیں کہلاسکتا اور نہ ہی وہ فرمانبردار کہا جاسکتا ہے" (مواعظ حسنہ ۱/ ۲۶۸، ۲۶۹)

الغرض حضرت محدث دکن رحمہ اللہ کا مشن یہی تھا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے قرب خاص کا راستہ دکھائیں اس لئے وہ ان کو دنیا کی نیرنگیوں میں پھنسا دیکھنا نہیں چاہتے تھے، مادی وسائل کے حصول میں ہمہ تن مصروف ہوجانے اور خدا وآخرت کو فراموش کرکے اسی کی تگ ودو میں لگے رہنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، مادی وسائل سے زیادہ روحانی راحت ورحمت پر ہمیشہ آپ علیہ الرحمہ کی نظر رہا کرتی تھی اس لئے آپ علیہ الرحمہ کی تحریرات میں جابجا اس کی تلقین ملتی ہے، آپ علیہ الرحمہ کی عملی زندگی میں بھی اسی فکر کے جلوے دیکھے جاتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الرحمہ بندگان خدا کی دنیا سے کہیں زیادہ آخرت کے لئے فکرمند رہا کرتے تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کی تحریرات بڑی سادہ ودلنشین ہیں، دل سے نکلنے والی باتیں باوجود سیدھی سادھی ہونے کے یقیناً دل پر اثر انداز ہوتی ہیں، اس کیلئے ادبی آب وتاب کی ضرورت نہیں رہتی، جس طرح جھوٹے موتی جوہر شناس کی نگاہ میں سنگریزوں سے بھی زیادہ بے قیمت ہوتے ہیں اسی طرح الفاظ کے وہ موتی جو درد دل اور اخلاص کے بغیر ہوں بارگاہ الٰہی میں کوئی وقعت نہیں رکھتے اور اس دنیا میں بھی وہ اثر پذیری سے محروم رہتے ہیں۔ محدث دکن رحمہ اللہ کی تحریرات ممکن ہے کسی زبان وادب کے ماہر کے نزدیک ادبی معیار پر پوری نہ اترتی ہوں لیکن بارگاہ ایزدی میں ان کی قبولیت کے آثار اس دنیا میں یوں ظاہر ہوئے کہ اس کا ایک ایک لفظ دل کو چھوئے بغیر اور اس کی گہرائیوں میں اترے بغیر نہیں رہ سکا ہے اور یہ گویا ایک طرح سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس سند قبولیت کا اس دنیا میں اظہار ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو کہنے اور لکھنے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

نعت: حضور سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دیکھنا مرے سرکار دیکھنا
کس حال میں ہے آپ کا بیمار دیکھنا

اُن کے قدومِ پاک کے انوار دیکھنا
روشن ہے اب بھی طیبہ کا دربار دیکھنا

بے تاب ومضطرب ہے اِدھر آپ کا غلام
چشمِ کرم سے یانبی! اک بار دیکھنا

ہجرِ درِ رسول نے بے چین کردیا
'جی چاہتا ہے روضۂ سرکار دیکھنا'

پل بھر میں ظلمتیں ہوئیں کافور دیکھئے
اُن کے قدم سے نور ہے سرشار دیکھنا

حق تک رسا ہوئے بھی وہ پل بھر میں آئے بھی
نورِ خدائے پاک کی رفتار دیکھنا

دی ہے مرے حضور نے دشمن کو بھی دعا
کیسا شہِ ہدیٰ کا ہے کردار دیکھنا

سرکار کب سے دین کی کشتی بھنور میں ہے
اے دوجہاں کے مالک ومختار دیکھنا

دیدِ نبی کے شوق میں عالم عجیب ہے
اِس پار دیکھنا کبھی اُس پار دیکھنا

یادِ شہِ انام سے روشن ہے زندگی
اے دل نبی کی یاد کے انوار دیکھنا

نعتِ رسولِ پاک لکھی تم نے اے وجیہؔ
کیوں کر کھلے ہیں تم پہ یہ اسرار دیکھنا

مفتی حافظ محمد وجیہ اللہ سبحانی وجیہ نظامی نقشبندی

دین کو زندہ کیا یوں غوث اعظم محیِ دیں نے

مولانا ڈاکٹر سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی حیدرؔ پادشاہ قادری
معتمد سید الصوفیہ اکیڈمی، پرنسپل ایس ایم وی کالج حیدرآباد

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی چودہ سو سالہ (۱۴۰۰) تاریخ میں کئی ایک شخصیتیں اس شناخت کے ساتھ جلوہ گر ہوئیں جن کی کوششوں نے وقت کے دھارے موڑ دئے اب تک جو گمراہ تھے وہ راستہ بتلانے کے قابل ہو گئے غفلت کی نیند سونے والوں کو جگایا اور بندوں کو اپنے خالق کا وفادار بنایا اور اس کے ساتھ ساتھ دین وتعلیماتِ دین کی بقا وتحفظ کے لئے کی گئیں اُن کی خدمات کا اثر ہر زمانے میں دکھائی دیتا ہے۔ اور ان سب میں ایک نمایاں اور انفرادی شان کی حامل، عظیم المرتبت ذات والا صفات حضرت غوث اعظمؒ کی ہے جو تقریباً ایک ہزار سال سے ہر دور میں محبوب ومحمود رہی ہے، عام طور پر آپ کی پہچان سردارِ اولیاء، قطب الاقطاب، غوث اعظم، منبع العلم والحکم، عارف باللہ، پیرانِ پیر، روشن ضمیر، بیکسوں کے دستگیر، صاحب حال وجمال مصطفوی، مظہر کمال مرتضوی، مجمع البحرین، حفید الحسنین، غوث الثقلین، قطب ربانی، محبوب سبحانی، معشوقِ یزدانی، واقفِ اسرار پنہانی، پیر لاثانی، صاحب الاشارات والمعانی، امام العارفین، سید الکاملین، میراں محی الدین ابو محمد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ النورانی کے طور پر تو ہے اور بلاشبہ آپ کے لئے استعمال کردہ ایک ایک لقب اور اس کا ایک ایک حرف آپؒ کے لئے پوری طرح شایانِ شان ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر وہ نوازشات وعنایات ہیں اور قاسم ہر نعمت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی وہ توجہات ہیں کہ محبوبیت الٰہی وعطائے ربانی کی اونچی شان وعظمت کے سامنے آپ کے مستعملہ القاب کا ہر ہر لفظ ہلکا اور پھیکا نظر آتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

آپ کے لئے کہا گیا ایک ایک لقب اپنی تفصیل کے لئے کئی صفحات کا طالب ہے لیکن اُن میں سے صرف ایک خصوصی لقب ''محی الدین'' کے حوالہ سے چند سطور پیش خدمت ہیں اس لئے کہ باقی دیگر القاب پر کوئی کلام کرسکتا ہے کون قبول کرسکتا ہے کوئی نہیں۔ تاہم ''محی الدین'' پر فقہاء ہوں کہ محدثین، متکلمین ہوں کہ مفسرین، صالحین ہو کہ مصلحین، سیرت نگار ہوں کہ مؤرخین سب کے سب متفق ہیں کسی کو اس بارے میں نہ اختلاف ہے اور نہ ہی انکار۔

مختصر سوانحی خاکہ: ۴۷۰ھ م ۱۰۷۸ء میں بمقام گیلان جسے جیلان بھی کہتے ہیں جو کہ سرزمین عراق سے قریب ہے۔ نیف نامی قصبہ میں حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوستؒ (جن کا نسب حضرت امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ کے ذریعہ خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے) کے گھر ان کے فرزندار جمند کی حیثیت سے حضرت امۃ الجبار ام الخیر فاطمہؒ بنت حضرت عبداللہ صومعیؒ (جن کا نسب سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہوکر خلیفہ چہارم حضرت امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے) کے شکم مبارک سے جبکہ اس محترم ومعزز خاتون کی عمر شریف اس وقت ساٹھ برس تھی آپ کی ولادت باسعادت ہوئی مادر زاد ولی کے طور پر اُسی وقت مشہور ہوگئے جب کہ بعمر شیر خوارگی میں رمضان کے ایام میں دودھ نہیں پیا کرتے۔

رہے پابند احکامِ شریعت ابتداء ہی سے
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوث اعظم کا

کمسنی میں قرآن حفظ کرلیا لڑکپن سے جوانی کی منزلوں میں قدم رکھتے رکھتے آپ کو والد محترمؒ کی جدائی کا صدمہ پہنچا داغ یتیمی کے ساتھ والدہ ماجدہؒ کی اجازت لئے اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر ۴۸۸ھ میں بغداد پہنچے جہاں اس وقت کے مشہور فقیہ حضرت قاضی ابوسعید مبارک المخزومیؒ کے مدرسہ نظامیہ میں علوم دینیہ معقول ومنقول، یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصل فقہ، ادب وغیرہ کی تعلیم پائی بعد فراغت تعلیم مدتوں آپ نے عراق کے ویرانوں میں صحرانوردی کی خوب عبادت وریاضت مجاہدات کی منزلوں سے گذرے۔ اپنے استاذ وپیر ومرشد حضرت ابوسعید مبارک المخزومی کی خواہش واصرار پر مدرسہ مذکورہ بالا کی ذمہ داری سنبھالی تو درس وتدریس اور آپ کے تبحر علمی کے باعث دور دراز سے طلبہ کثیر تعداد میں شریک ہونے لگے اور عمارت شکوۂ تنگ دامنی کرنے لگی ۵۲۸ھ میں توسیعی کام شروع ہوا اور تب سے مدرسہ قادریہ یا جامعہ القادریہ کے نام سے وہ علاقہ مشہور ہوگیا ۵۲۱ھ سے تقریر وخطاب فرمانے لگے تو بغداد میں دھوم مچ گئی انسانوں کا جم غفیر دریا کی شکل میں آپ کا وعظ سننے آیا کرتا ہجوم اس قدر بڑھ گیا کہ عیدگاہ بغداد کے وسیع وعریض میدان میں آپ کی یہ محفل وعظ منعقد ہونے لگی جس میں (۷۰) ستر ہزار افراد جمع ہوتے تو عوام خواص بھی آپ سے استفادہ علم کیا کرتے اور وعظ ونصیحت کا اثر قبول کرتے آپ کا فیضانِ علمی، تصنیفات وتالیفات، مکتوبات، خطابات اور ملفوظات کے علاوہ آپ کی اولاد امجاد تلامذہ ومریدین اور خلفاء کے ذریعہ تحریروں کی شکل میں یا سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی امانتوں کے وسیلہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلا اور پچھلی تقریباً (۹) صدیوں سے دنیائے علم وعرفان جس سے منور ہو رہی ہے آپ نے شاعری کے میدان کو بھی اپنی نگارشات سے مشرف فرمایا چنانچہ فارسی وعربی دونوں زبانوں میں آپ کا کلام بلاغت نظام موجود ہے۔ خطاب کا سلسلہ شروع فرمانے کے لئے یہ سوچ کر تامل کیا کہ میں علاقہ عجم (غیر عرب) سے تعلق رکھتا ہوں اور یہاں بغداد میں ایک سے بڑھ کر ایک عرب فصحاء وبلغاء کی موجودگی میں کیسے کچھ بولوں؟ تب عالم رؤیا میں پہلے آقائے کائنات مدینۃ العلم حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے لعاب دہن شریف سے سرفراز فرما کر دعا دی اور خطاب کرنے کا حکم دیا اور بعد ازاں مولائے کائنات باب مدینۃ العلم حضرت سیدنا مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرف سے بھی سرفرازی ہوئی۔ (بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر) ایک دفعہ دوران وعظ آپ نے برسر منبر فرمایا: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) تو سب ولیوں کی طرف سے اسے تسلیم کیا گیا (بہجۃ الاسرار) ''آپ کی بے شمار کرامات وتصرفات علماء سلف وخلف کے ذریعہ مختلف ومستند کتب میں وارد ہوئی ہیں جو کسی اور کے بارے میں شاید ہی مل سکے چنانچہ بقول علامہ عزالدین عبدالسلام جس قدر تواتر کے ساتھ ہم تک حضرت غوث اعظمؒ کی کرامات پہنچی ہیں اس قدر تواتر سے کسی دیگر ولی کی کرامات منقول نہیں ہیں'' (ازنور الانوار ترجمہ اردو سر الاسرار)

جدی حضرت سید الصوفیہ ''عصیدۃ الصوفیہ ترجمہ اردو قصیدۃ الغوثیہ'' میں آپؒ کی اولاد اور عمر اور کارنامے کے تحت لکھتے ہیں۔ کل آپ کی عمر اکانوے (۹۱) برس کی تھی۔ انیس (۱۹) برس کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے سات (۷) برس علم کی تحصیل کی پچیس برس عالم تجرید میں رہے۔ (عبادت وریاضت میں مصروف رہے) چالیس (۴۰) برس یعنی ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک وعظ وارشاد میں رہے اور اس کے ساتھ ساتھ تینتیس (۳۳) سال تک درس اور افتاء کا کام سرانجام دیا۔ زائد از پانچ ہزار یہود ونصاریٰ نے (آپ کے دست حق پرست) پر اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ اقطاع الطریق (راہِ حق سے بٹے ہوئے گمراہ) اور مفسد لوگوں نے آپ کے دستِ مبارک پر توبہ کی۔ آپ کے صاحبزادے میرے جد امجد حضرت سید تاج الدین عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد کی کل اولاد انچاس (۴۹) تھی۔ جن میں سے اولاد ذکور (مرد) ستائیس ۲۷ اور باقی اناث (عورتیں) تھیں۔

وصال: ماہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ م ۱۱۶۶ء میں وصال فرمایا تاریخ کے بارے میں سیرت نگاروں میں اختلاف ہے مہینہ اور سنہ کے بارے میں نہیں زیادہ راجح قول ۱۷ ربیع الثانی کا ہے اگرچہ کہ ماہ ربیع الثانی کی ۱۱، ۹، ۸، ۱۴، ۱۳ اور بعض نے تو پہلی تاریخ بھی لکھی ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید عبدالوہابؒ نے نماز جنازہ ادا کی اور مدرسہ قادریہ ہی کے ایک سائبان کے تحت تدفین عمل میں آئی ایک عربی شاعر نے خوب تاریخی شعر کہا ہے۔

ان باز اللہ سلطان الرجال
جاء فی عشق ومات فی کمال
۴۷۰ ۹۱

اس شعر کے ادبی اور معنوی مفہوم سے تو صاحبانِ ذوق خوب محظوظ ہوں گے تاہم اس سے بحساب ابجد ''عشق'' کے عدد (۴۷۰ھ) آپ کا سن ولادت اور لفظ ''کمال'' کے عدد (۹۱) سال آپ کی عمر شریف اور ان دونوں کو جمع کرنے سے (۵۶۱ھ) آپ کا سن وصال برآمد ہوتا ہے۔

سطور بالا میں یہ تو تھا آپ کا مختصر سوانحی خاکہ، اب ہم آپ کے لقبِ مبارک ''محی الدین'' کو عنوان بنا کر یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ نے کس کس زاویے سے اور کون کون سے ذریعے سے ''احیاءِ دین حق'' میں اپنا کردار نبھایا؟ سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اُس وقت 'احیاءِ دین' کے حوالے سے تقاضے کیا تھے؟ اس کی ضرورت کس قدر تھی؟ عالم اسلام کے سیاسی حالات اس قدر ابتر تھے کہ عباسی خلافت دم توڑ رہی تھی ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی بغداد کی سرزمین میں جو کبھی مرکز اسلام و اسلامیت سمجھی جاتی تھی اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی۔ اقتدار کے حصول کی خاطر عظیم سلطنت اسلامی ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی نصرانی وعیسائی حکمرانوں کی طرف سے صلیبی جنگوں کا زور شور سے اہتمام ہونے لگا خونریزیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری تھا سلطنت اسلامی کے کمزور پڑجانے اور روبہ زوال ہونے اور پھر آپسی خلفشار کی مہموں نے خانہ جنگی کی نحوستوں نے مسلمانوں کی طاقت توڑ دی اور جیسا کہ قرآن نے کہا: ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (اور آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرو ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے۔ (انفال: ۴۶) غیروں پر سے مسلمانوں کا رعب ودبدبہ کم بلکہ ختم ہونے لگا۔ اپنے اخلاق وکردار اور جد وجہد کے غیر متزلزل عزائم سے دوسروں پر اثر انداز ہونے والے خود آپسی انتشار کا شکار، بداخلاقیوں اور عادات مذمومہ جیسے ریا کاری، خود غرضی، بزدلی، خوشامد پسندی، حرص ولالچ، خیانت وبد دیانتی، مکر وفریب کی وجہ سے آپس میں برسرپیکار ہوگئے۔ مذہب اسلام کی تعلیمات حقہ کے حصول اور اس کی ترویج واشاعت ونیز اپنی زندگیوں میں عملی طور پر اسلامی اخلاق وآداب کی پابندی کے بجائے فلسفیانہ مباحث علم کلام کے نکات پر مناظرے اور بحثیں ہونے لگیں اسی دور میں خلق قرآن کے مسئلہ پر حکمران کی طرف سے شدت وسختی کا ماحول بن گیا اس پر مباحث ومقابلے اور اس کے مضر اثرات وفاسد نتائج نے اس وقت کے عوام وخواص کو ایمانی اعتبار سے کھوکلا کر کے برائے نام مسلمان رکھ چھوڑا تھا اکثریت اسی طرح کے حالات سے دوچار بلکہ دین بیزار تک ہوگئی تھی، اہل علم لایعنی علمی بحثوں میں وقت ضائع کر رہے تھے تو امراء، رؤسا، حکمرانی وجہانبانی کے شوق میں مبتلا نت نئے سازشوں میں الجھے ہوئے الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ تھے جو حق وحقانیت کے راستے پر خود تو گامزن تھے تاہم ان میں بھی کئی گوشہ نشین اختیار کئے ہوئے تھے۔ اصلاح عقائد واعمال کیلئے بھی چیلنجز درپیش تھے معتزلہ، مرجیہ، قدریہ وغیرہ دیگر فرقہائے باطلہ اپنی پوری قوت وجوش کے ساتھ سر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ایسے حالات میں تقریباً پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں گمراہی اور ضلالت کے زہریلے اثرات اس قدر پھیل گئے تھے کہ دین حق کا وجود خطرہ میں پڑ گیا تھا اور اس وقت ایک ایسی تحریک کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو گمراہی وضلالت کے اس سیلاب کو روک سکے۔ ان نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کیلئے اس دین حق پر ہورہے بیرونی واندرونی حملوں کا دفاع کرنے کیلئے اور عوام وخواص کو بلاجھجک اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری پر اُبھارنے شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ صحیحہ دلوں میں پیدا کرنے کیلئے اطاعت خدا ورسول اور اتباع نبوی ﷺ کی برکتوں سے ہر خاص وعام کے دل کی دنیا کو آباد وروشن کرنے کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی پیران پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''محی الدین'' کا لقب دے کر اس اہم کام کیلئے مقرر ومامور کیا اور یہ لقب قدرت کی طرف سے گویا آپ ہی کیلئے مقرر ہو چکا تھا کیونکہ آپ کی خدمات جلیلہ کا پوری طرح اظہار ہونے سے قبل ہی یہ آپ کے لئے مختص کر دیا گیا تھا جس کا واقعہ خود آپ کی زبان سے بہجۃ الاسرار میں مرقوم ہے علامہ ابوالحسن شطنوفیؒ لکھتے ہیں ''خبر دی ہم کو فقیہ ابوالفرج عبد السمیع بن علی بن احمد بن محمد بن عبدالسلام بغدادی بصری نے قاہرہ میں ۶۵۹ھ میں کہا خبر دی ہم کو دو شیخوں شیخ شریف ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن عبداللہ مشہور مدلل نے بغداد میں اور شیخ ابوعبداللہ محمد بن قائد وانی نے بغداد میں ۵۷۹ھ میں اور کہا ابوالحسن نے خبر دی ہم کو دو شیخوں عمران کیماتی اور بزار نے بغداد میں ۵۹۱ھ میں' ان دونوں نے کہا کہ ہمارے شیخ امام محی الدین عبدالقادرؒ سے کہا گیا اس حال میں کہ ہم آپ کے سامنے تھے کہ آپ کے ''محی الدین'' نام کا کیا سبب ہے؟ تو (پیر ومرشد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) نے فرمایا کہ میں ایک سفر سے ایک دفعہ حج کے لئے ۵۱۱ھ میں بغداد کی طرف ننگے پاؤں نکلا تو میرا گذر ایک ایسے بیمار پر سے ہوا جس کا رنگ متغیر (بدلا ہوا) تھا اور وہ بہت دُبلا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا: السلام علیک یا عبدالقادر! میں نے اس کو سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آئیں میں اس کے قریب آیا تو اس نے مجھ کو کہا کہ آپ مجھے بٹھلادیں' میں نے اس کو بٹھلا دیا۔ تب اُس کا جسم بڑھنے لگا اُس کی صورت اچھی ہوگئی اُس کا رنگ صاف ہو گیا پھر وہ کہنے لگا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا میں دین ہوں' جیسا کہ آپ نے مجھے دیکھا میں خستہ حال ہو گیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے مجھے زندہ کر دیا نئی زندگی دی اور آپ ''محی الدین'' (دین کو زندہ کرنے والے) ہیں۔

میں نے اس کو چھوڑا اور جامع مسجد کی طرف آیا تب مجھے ایک اور شخص ملا اور مجھے جوتی لاکر دیا اور ''اے میرے سردار محی الدین'' کے الفاظ میں مجھ سے مخاطب ہونے لگا جب میں نماز پڑھ چکا تو لوگ میری طرف ٹوٹ پڑے کہ میرے ہاتھ کو چومتے تھے اور کہتے تھے ''اے محی الدین'' اس سے پہلے میں اس نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ (بہجۃ الاسرار)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ۵۱۱ھ میں جبکہ پیران پیرؒ کی عمر شریف (۴۰) سال تھی آپ ''محی الدین'' سے ملقب ہو چکے تھے البتہ اس کا عملی طور پر اظہار بعد کے ادوار میں ہوا کیونکہ محققین کے مطابق آپ نے پہلی تقریر ۵۲۱ھ میں کی' اور آپ کی طرف سے کئے گئے تجدید و احیائے دین کے کاموں میں سب سے موثر اور نمایاں آپ کے انقلاب آفریں خطابات وتقاریر ہی ہیں۔

احیائے دین کے کام میں آپ کے تقاریر ومواعظ اور خطابات نے کیا رول ادا کیا سطور ذیل میں اس پر روشنی ڈالی جائے گی کیونکہ اُس وقت بگڑے ہوئے معاشرے اور حالات کا تقاضہ تو یہ تھا کہ خلق خدا کی اصلاح وتربیت کیلئے آپ وعظ وبیان فرمائیں اور وہ بھی عربی زبان میں جب کہ آپ کی مادری زبان فارسی تھی ہر چند کہ آپ نے علوم ومعارف دینیہ میں کامل دسترس حاصل کرلی تھی بلکہ احادیث کریمہ کی تشریح وتوضیح اور معانی ومفاہیم بیان کرتے ہوئے درس وتدریس کے دوران ایسے ایسے نکات بیان فرماتے کہ جس سے خاص وعام تو گجا خود اساتذہ رشک کرتے لیکن اس قدر قابلیت وصلاحیت مہارت ہونے پر بھی عربی زبان میں خطاب یا تقریر کرنے کیلئے بغداد کے عرب فصحاء وبلغاء کے سامنے اپنے فارسی نژاد ہونے کو رکاوٹ سمجھتے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ''۱۶ شوال ۵۲۱ھ میں' میں حضور اکرم ﷺ کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا اور دیکھا کہ حضور ﷺ مجھے وعظ کہنے کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور میں عجمی (غیر عرب) ہوں بغداد کے فصحاء کے سامنے زبان کھولتے ہوئے خوف کرتا ہوں' اس پر حضور ﷺ نے اپنے لعاب شریف سے سات مرتبہ سرفراز فرمایا اور وعظ کا حکم دیا دوسرے روز بعد نماز ظہر وعظ کہنے کے ارادے سے منبر پر بیٹھا اور سوچتا رہا کہ کیا کہوں میرے اردگرد خلقت کا ہجوم تھا ایک طرف تو ہر کوئی میرا وعظ سننے کا خواہشمند تھا اور دوسری طرف میرے سینے میں علم کا ایک سمندر ٹھاٹیں مار رہا تھا مگر زبان تھی کہ کھلتی نہ تھی اُسی وقت میرے دادا جان حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تشریف آوری ہوئی اور آپ نے چھ (۶) مرتبہ اپنے لعاب دہن مبارک سے مجھے سرفراز کیا میری زبان فوراً کھل گئی اور پھر میں نے وعظ شروع کر دیا اور میری طلاقت لسانی کی سارے بغداد میں دھوم مچ گئی۔ خود میرے دل میں جوش سخن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ خاموش رہتا اور وعظ نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا اول اول میری محفل وعظ میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر بعد میں نوبت یہ آئی ہے کہ کثرت ازدحام کی وجہ سے مسجد تنگ دامنی کا شکوہ کرنے لگی۔ بالآخر عیدگاہ میں منبر رکھوا کر وعظ کہنا شروع کر دیا''۔

آپ کی مجلس وعظ میں سامعین کی تعداد کبھی (۷۰) ستر ہزار سے تجاوز کر جاتی عوام تو عوام اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے کثیر تعداد میں شریک رہتے (۴۰۰) افراد دوات قلم لئے اس غرض سے حاضر مجلس وعظ رہتے کہ جو کچھ حضور غوث پاکؒ فرماتے جائیں اس کو اسی وقت لکھ کر محفوظ کرلیں۔

علامہ ابن حجر العسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت پیران پیر کی مجلس وعظ میں جنات بھی حاضری دیا کرتے اور لکھتے ہیں آپ کے وعظ وخطاب کا سلسلہ مسلسل چالیس سال تک جاری رہا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالوہابؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت پیران پیرؒ ہفتہ میں تین مرتبہ وعظ کیا کرتے تھے جمعہ کی صبح اور منگل کی شب یہ دونوں ہی وعظ مدرسہ میں ہوتے اور اتوار کی صبح خانقاہ میں اور آپ کی مجلس میں علماء ومشائخ حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس وعظ سے حضرت خضر علیہ السلام کے گذرنے کا تذکرہ بھی علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے کیا ہے لکھتے ہیں: شیخ جیلانیؒ وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک آپ ہوا میں چند قدم چلے اور فرمانے لگے آئے اسرائیلی رکیے محمدی کی بات سنتے جایئے پھر آپ اپنی جگہ واپس ہوئے جب اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا خضرؑ ہماری مجلس سے تیزی کے ساتھ گذر رہے تھے تو میں نے ان کی طرف چند قدم چلکر اُن سے وہ کہا جو تم نے سنا۔ (غبطۃ الناظر)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں: کہ شیخ جیلانیؒ جب وعظ کیلئے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب وحاضر ولی خاموش ہوجاتا اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے بس اولیاء اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہوجاتا جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے اُن سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔ آگے لکھتے ہیں جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے تمام حاضرین آپ کی ہیبت وعظمت کے سامنے بالکل بت بن جاتے کبھی اثنائے وعظ میں فرماتے ''کہ قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف مائل ہوتے ہیں'' یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب ووجد اور حال کی کیفیت طاری ہوجاتی کوئی گریہ وفریاد کرتا، کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف راہ لیتا اور کوئی بے ہوش ہوکر اپنی جان دے دیتا بسا اوقات آپ کی مجلس سے شوق وہیبت تصرف عظمت اور جلال کے باعث کئی کئی جنازہ نکلتے آپ کی مجلس وعظ میں جن خوارق عادات کرامات تجلیات اور عجائب وغرائب کا ظہور ہونا بیان کیا جاتا ہے وہ بے شمار ہیں۔ آپ کی ذات گرامی چونکہ علم ظاہری اور باطنی سے پوری طرح آراستہ تھی اس لئے ہر قسم کا طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کرتا اور علم وعمل کے اس سمندر سے پیاس بجھا کر اور مطمئن ہوکر لوٹتا۔ (اخبار الاخیار)

آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی غیر مسلم داخل اسلام ہوکر مسلمان نہ بنتا ہو۔ یہودیوں اور نصاریٰ عیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ یعنی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی غیر مسلم مسلمان ہوتا۔ کوئی نہ کوئی بھٹکا ہوا راہ راست پر آجاتا تھا عامۃ الناس رہ زنی، خون ریزی، بدکاری اور دیگر جرائم سے توبہ کیا کرتے فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے رجوع کرلیا کرتے مورخین ومحققین کا اس بارے میں یہ ماننا ہے کہ بغداد کی آبادی کے ایک بڑے حصے نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کے مواعظ دلوں پر بجلی کی طرح اثر کرتے تھے آپ کا انداز بیان اس قدر دل میں اتر جانے والے اور اثر انداز ہونے والے والا تھا کہ دلوں میں انقلاب برپا ہوجاتا۔

آپ کے وعظ ونصیحت کا اثر عوام تو عوام بادشاہوں پر بھی اس قدر ہوتا تھا کہ وہ لرز جاتا تھا آپ اعلائے کلمۃ الحق میں کبھی نہیں جھجکتے تھے بادشاہ کو بھی غلطیوں پر عام آدمی کی طرح ڈانٹ دیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں چھوٹے بڑے غریب وامیر اور آقا وغلام کی کوئی تخصیص نہیں تھی بادشاہ اور وزراء آپ کی مجلس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور باادب بیٹھتے آپ کو جو کچھ کہنا ہوتا بے جھجک فرمادیتے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ تھا ''لا یخافون لومۃ لائم'' کی شان آپ کے وعظ کے ایک ایک جملے سے ٹپکتی تھی۔

(اخذ واستفادہ: الغنیۃ لطالب طریق الحق، بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر، غبطۃ الناظر، اخبار الاخیار، سر الاسرار ترجمہ نور الانوار، مظہر جمال مصطفائی وغیرہ)

☆☆☆

خدا کی محبت بھی کیا چیز ہے

اعظم المشائخ حضرت علامہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم قادریؒ

دروس مثنوی (۱۵۷)
(آخری قسط)

حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک جس طرح لازوال ہے اسی طرح اس کے ساتھ عشق بھی لازوال ہے جو اسکے عاشق کو بھی لازوال بنادیتا ہے عارف رومیؒ انبیاء کرام کی مثال دیتے ہیں۔

عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء
یافتند از عشق او کاروکیا

اس (خالق) کا عشق حاصل کرو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اسی عشقِ خدا کی بدولت لازوال سلطنت عطا ہوئی۔

دیو اگر عاشق شود ہم گوئی برد
جبرئیلے گشت آں دیوی بمرد

ابلیس بھی اگر حق تعالیٰ کا عاشق ہوجائے تو میدان سے گیند لے جائے اور جبرئیل ہوجائے اور اس کی ابلیسیت ختم ہوجائے۔

عشق را صد ناز و استکبار ہست
عشق باصد نازمی آید بدست

عشق کے سیکڑوں ناز اور زعم ہیں۔ سیکڑوں ناز اٹھانے کے بعد ہی عشق ہاتھ آتا ہے۔

تو بہ یک زخمے گریزانی زِ عشق
تو بجز نامے نمیدانی زِ عشق

ایک ہی زخم (آزمائش) کے سبب تو اگر عشق کا میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تو گویا تو نے صرف عشق کا نام سن رکھا ہے عشق (کی حقیقت) سے واقف نہیں۔

یعنی شیخ کی محبت پہلی منزل ہے۔ اگر شیخ کی پہلی ڈانٹ یا انتباہ سے تو بھاگ جانے کی کوشش کرے تو پھر عشق ومحبت کا دعویٰ مت کر کیونکہ تو عشق کے صرف نام سے واقف ہے اس کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔

اے عدوئے شرم و اندیشہ بیا
کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

اے عشق! تو شرم واندیشہ کا دشمن ہے۔ میں نے شرم کے پردہ کو چاک کردیا ہے تو اب میرے دل میں آجا۔

یہاں شرم وحیا سے مراد وہ شرم وعار ہے جو خدا ورسول کی اطاعت میں حائل یا مانع ہو۔ اور جو شرم وحیا گناہوں سے حفاظت کے لئے ضروری ہے وہ تو ایمان کا شعبہ ہے جو مطلوب ومحمود ہے۔

صحابہ کرام کی شان میں ارشاد ربانی ہے ''لا یخافون لومۃ لائم''، جس میں ان کی وہی شانِ عشق بیان فرمائی کہ ان کو ہماری اطاعت میں مخلوق کی ملامت اور طنز واعتراض کا خوف نہیں ہوتا۔ اسی مفہوم کو مولاناؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
تابد جاناں چنیں می بایدم

اے محبوب حقیقی! تیری یاد میں مستانہ نعرہ لگانا مجھے بہت ہی محبوب ہے اور تاابد (قیامت تک) یہی چاہتا ہوں کہ اسی طرح نعرۂ مستانہ لگاتا رہوں۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم
جسم بگذارم سراسر جاں شدم

اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ میں اس جسم کا لباس اتاردوں اور سراسر جان ہوکر اپنے محبوب حقیقی سے جاملوں۔

درس بصیرت:

۱۔ جملہ انبیاء کرام عشق کی لازوال نعمت سے مالا مال ہوئے تو اس عشق کی انھیں لازوال سلطنت عطا فرمائی گئی۔

۲۔ ابلیس بھی اگر حق تعالیٰ کا عاشق ہوجائے اور اس کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردے تو وہ ابلیس سے جاکر جبرئیل بن جائے اور اس کی ابلیسیت ختم ہوجائے۔

۳۔ عشق کی راہ بڑی کٹھن ہوتی ہے۔ سیکڑوں ناز اٹھانے کے بعد ہی عشق ہاتھ آتا ہے۔

۴۔ جو پہلی آزمائش سے خوف زدہ ہوکر فرار ہونے کی کوشش کرے تو گویا اس نے عشق کا صرف نام سن لیا ہے اس کی حقیقت سے ناواقف ہے۔

۵۔ خدا کی اطاعت میں مخلوق کی ملامت اور طنز واعتراض سے بے نیاز ہوئے بغیر عشق کی دولت سے مالا مال نہیں ہوسکتے۔

۶۔ عشقِ حقیقی میں جسمانی تقاضوں کا سوال نہیں بلکہ خود کو روح کا پیکر بنانے کے بعد ہی محبوبِ حقیقی سے ملنا ممکن ہے۔

(جاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق انسانی کمال کی معراج

کاشف اقبال

اچھے اخلاق انسانی شخصیت کا وہ جوہر ہیں جو اسے کمالِ انسانیت کی رفعتوں تک لے جاتے ہیں۔ جس دل میں یہ نور بسا ہو، وہ انسان اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔ انسان کے اندر پائے جانے والے اچھے یا برے اخلاق ہی اس کی اصلیت کا آئینہ ہوتے ہیں، اور یہی پیمانہ اس کے کردار کی عظمت یا پستی کو طے کرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا ہمیشہ ان ہی شخصیات کو اپنا امام اور رہ نما مانتی آئی ہے، جنھوں نے اپنی عملی زندگی میں اخلاق و کردار کی پختگی اور انسانی سیرت کی اصلاح کا درس دیا۔

اس کائنات میں جتنے بھی رہ نما اور مصلحین آئے، جنھوں نے انسانیت کو اخلاق کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی دعوت دی، ان سب میں سب سے عظیم، کامل اور بے مثل ہستی حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ آپ ﷺ کا ہر قول وفعل، ہر انداز اور ہر عمل دنیا کے ہر فرد کے لیے ایک مکمل نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ''بے شک رسول اللہ کی ذات تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے۔'' (الاحزاب: ۲۱)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ وہ کامل زندگی جو انسان کو زندگی کے ہر پہلو میں راہ نمائی عطا کرتی ہے، وہ حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کی بلندی کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمایا: ''اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔'' (سورۃ القلم: ۴)

یہ اللہ کی گواہی ہے کہ کائنات کے تمام انسانوں میں سب سے بلند اور پاکیزہ اخلاق حضرت محمد ﷺ کے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد واضح کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اخلاقی فضائل کی تکمیل کروں۔'' (صحیح بخاری)

یہ حدیث آپ ﷺ کی بعثت کے مقصد کو واضح کرتی ہے کہ آپ ﷺ کا مشن لوگوں کو اخلاقی بلندیوں کی طرف متوجہ کرنا اور ان کے کردار میں اعلیٰ صفات پیدا کرنا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کے اخلاقِ حسنہ وہی ہیں جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دی ہے۔ وہی قرآنی اخلاق آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں اپنی مکمل اور کامل صورت میں مجسم نظر آتے ہیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ اخلاق حسنہ والا ہو۔'' (صحیح مسلم)

الغرض، رسول اکرم ﷺ کا اخلاقِ عالیہ انسانی زندگی کی حقیقی معراج ہے اور اسوۂ حسنہ کے بغیر فلاح کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ آپ ﷺ کا پیغام ایک ایسا چراغ ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کے دلوں کو منور کرتا رہے گا، اور آپ کی سیرت اس دنیا میں اعلیٰ اخلاق وکردار کا سب سے روشن مینار ہے۔

حضرت عائشہؓ سے جب صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے، تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: ''رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تو قرآن ہی تھا، کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟''

یہ مختصر مگر جامع جواب دراصل ایک عظیم حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وہی تھے جو قرآن میں موجود ہیں۔ یعنی قرآن ہمارے لیے ایک کتاب ہے، اور اس کتابِ انقلاب کی عملی تفسیر رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ گویا آپ ﷺ کی سیرت قرآن کا عملی نمونہ اور کامل تصویر ہے۔

محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے چند واقعات پر نظر ڈالنے سے ہی ہمیں آپ ﷺ کے عظیم اور بلند اخلاق کا اندازہ ہوتا ہے، جو اپنی مثال آپ ہیں۔

(۱) صداقت اور راست بازی: رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ، خصوصاً نبوت سے قبل کی زندگی، صداقت وامانت کی بے مثال شہادت ہے۔ آپ ﷺ کو معاشرے میں ''صادق'' اور ''امین'' کے القاب سے پہچانا جاتا تھا۔ ہر شخص آپ ﷺ کی سچائی اور دیانت کا گواہ تھا۔ ایک مشہور واقعہ جو آپ کی صداقت کو ثابت کرتا ہے، سیرت کی کتابوں میں نقل ہوا ہے۔ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوکر جب آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں سے سوال کیا:

''تم نے بچپن سے مجھے دیکھا ہے، تمھاری میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟''

تمام لوگوں نے بہ یک آواز کہا: ''اے محمد! ہم نے آپ کی زندگی میں کبھی سچائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔''

یہ وہ بے مثال سچائی تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت کو راسخ کیا۔ آپ کی زبان سے ہمیشہ حق اور صداقت کے کلمات نکلتے، اور یہی سچائی آپ کے اخلاقِ حسنہ کا بنیادی حصہ تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی لوگوں کو سچائی کی دعوت دی۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمھاری امانت تمھیں واپس نہیں کی جاتی، تو یہ تمھاری دیانت داری کا امتحان نہیں ہے۔'' (سنن ابوداود)

یہ حدیث اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت داری ہر وقت اور ہر صورت میں برقرار رہی، خواہ معاملہ اپنے پیروکاروں کا ہو یا مخالفین کا۔

(۲) درگزر اور عفو: رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی ایک اور نمایاں صفت عفو ودرگزر تھی۔ آپ ﷺ ہمیشہ لوگوں کو معاف فرمادیتے، چاہے انھوں نے آپ کو کتنی ہی تکالیف کیوں نہ پہنچائی ہوں۔ دشمنوں کے ظلم وستم، مخالفت، اور اذیتوں کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے معافی مانگنے پر نہ صرف انھیں معاف کیا بلکہ اپنی شفقت اور محبت کے دامن میں جگہ دی۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تمھیں تکلیف دی ہو، اسے معاف کر دو، جو تمھارے ساتھ زیادتی کرے، اس پر صبر کرو۔'' (مسند احمد)

مکہ میں 13 سالہ زندگی میں، جہاں آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بے پناہ مظالم کا سامنا کرنا پڑا، آپ ﷺ نے کبھی بدلہ نہ لیا۔ آپ کی بیٹیوں کو طلاق دی گئی، آپ کے ساتھیوں کو اذیتیں دی گئیں، آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے، لیکن آپ ﷺ نے ہر ظالم کو معاف کر دیا۔ آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے والے کو بھی معاف کر دیا۔ یہ درگزر، معاف کرنا، اور صبر وتحمل آپ ﷺ کے عظیم اخلاق کی عظیم ترین مثالیں ہیں۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو معاف کرتا ہے، اور عفو ودرگزر کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم) یہ وہ اخلاق تھے جو انسانی فطرت کی بلندی کو ظاہر کرتے ہیں، اور یہی وہ صفات ہیں جن کی دعوت آپ ﷺ نے اپنے عمل سے دی۔

اخلاق حسنہ اور اعلیٰ صفات کی جب بات کی جائے تو رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ایک کامل نمونہ اور عملی تفسیر کے طور پر سامنے آتی ہے۔ آپ کی ذاتِ مبارکہ میں ہر اعلیٰ اخلاق اپنی کامل ترین صورت میں موجود تھا، اور یہ اخلاق محض الفاظ نہیں بلکہ آپ کے اعمال اور کردار کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ ان ہی اخلاق میں چند صفات ایسی ہیں جو انسانی زندگی کی بنیاد ہیں اور آپ ﷺ نے انھیں اپنے عمل کے ذریعے دنیا کے سامنے واضح کیا۔

(۳) امانت ودیانت

اخلاقِ حسنہ کی اہم صفات میں ایک امانت اور دیانت داری ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں یہ صفت مکمل ترین صورت میں پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ لوگوں کی امانتوں کا نہایت خیال رکھتے اور دیانت داری سے ان کا حق ادا کرتے۔ اس وصف کی خاص بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دیانت داری نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ بلکہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی برابر رکھی۔ نبوت سے پہلے ہی آپ ﷺ کو ''صادق'' یعنی سچائی کے لقب کے ساتھ ''امین'' یعنی امانت دار کے لقب سے بھی نوازا گیا تھا۔

سیرت کی کتابوں میں متعدد واقعات موجود ہیں جو اس صفت کی گواہی دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''امانت کا حق ادا کرنے والا وہ نہیں ہے جو چھوٹی بڑی امانت میں فرق کرے، بلکہ وہ ہے جو ہر امانت کو اس کے مالک تک واپس کرے، چاہے وہ معمولی ہو یا بڑی۔'' (سنن ابوداود)

یہ روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کا امانت اور دیانت داری کا معاملہ ہر وقت اور ہر حال میں ایک جیسا تھا، خواہ معاملہ اپنے ساتھیوں کا ہو یا مخالفین کا، حتیٰ کہ مکہ سے ہجرت کے وقت بھی آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کی امانتیں واپس کریں، حالاں کہ وہی لوگ آپ ﷺ کے دشمن تھے اور آپ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کر رہے تھے۔ یہی دیانت آپ ﷺ کے اخلاق کی ایک روشن مثال ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی سچائی اور عظمت کو راسخ کر دیا۔

(۴) شیریں کلامی اور نرم مزاجی: اخلاقِ حسنہ کی ایک اور اہم صفت جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں اپنے کمال پر تھی، وہ شیریں کلامی اور نرم مزاجی ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ لوگوں سے نرمی، خوش اخلاقی اور مسکرا کر بات کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں نہ کبھی سختی ہوتی اور نہ کوئی مصنوعی رعب ودبدبہ۔ صحابۂ کرامؓ فرماتے ہیں: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نرم کلام کرنے والا کبھی نہیں دیکھا۔'' (ترمذی)

آپ ﷺ نہایت شفقت اور محبت کے ساتھ لوگوں سے گفتگو فرماتے اور جو کوئی بھی آپ ﷺ کے پاس آتا، اسے عزت اور احترام سے نوازتے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ مسکراتے ہوئے بات کیا کرتے تھے اور نہایت نرم دل اور خوش اخلاق تھے۔ (صحیح بخاری)

یہ نرمی اور محبت کا رویہ آپ ﷺ کے عظیم اخلاق کی اہم علامت تھی۔ آپ ﷺ کی مسکراہٹ اور حسنِ سلوک نے ہزاروں لوگوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی بھری، اور آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہی تھا کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے دلوں کو مسکراہٹ اور حسنِ اخلاق سے جیتا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ صفات ہمیں بتاتی ہیں کہ انسان کی عظمت اس کے قول وفعل میں پائی جانے والی نرمی، صداقت، اور دیانت داری میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ کا ہر عمل اور ہر اخلاق قرآن کی تفسیر اور عملی نمونہ ہے، اور آپ ﷺ کی سیرت قیامت تک کے لیے انسانیت کے لیے بہترین رہ نما ہے۔

(۵) شرم وحیاء: شرم وحیاء اعلیٰ اخلاق کی نہایت بلند صفت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں یہ صفت اپنی کامل ترین صورت میں جلوہ گر تھی۔ آپ کے اندر اس قدر حیا تھی کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء والے تھے اور جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو آپ کے چہرۂ مبارک سے اس کا اندازہ ہوجاتا۔'' (صحیح بخاری)

یہ آپ ﷺ کی حیا کا عملی اظہار تھا کہ آپ ﷺ ناپسندیدہ باتوں کا اظہار کیے بغیر اپنے چہرے کے تاثرات سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرتے، لیکن کبھی کسی کو بہ راہِ راست شرمندہ یا خفا نہ کرتے۔ اگر کوئی آپ ﷺ کے سامنے معذرت خواہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنی گردن جھکا لیتے تاکہ اسے بھی عزت ملے اور شرمندگی سے بچ جائے۔ آپ ﷺ طعنہ زنی اور عیب جوئی سے ہمیشہ گریز کرتے، کیوں کہ آپ ﷺ اسے حیاء کے خلاف سمجھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل بازاروں میں بھی حیاء کا ایک نمونہ تھا۔ جب آپ ﷺ بازار سے گزرتے تو نظریں جھکا کر اور خاموشی سے گزرتے، کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتے تاکہ لوگوں کی عزت ووقار محفوظ رہیں۔ آپ ﷺ کی اس اعلیٰ صفت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا:

''حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔'' (صحیح مسلم)

یہی وجہ ہے کہ حیاء کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ایک بنیادی جز وقرار دیا گیا ہے، کیوں کہ حیاء انسان کو ہر برائی سے بچاتی ہے اور اخلاقی بلندی کی طرف لے جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے یہ اخلاق، جو سراپا قرآن کی تعلیمات کا عملی اظہار تھے، ہمیں بتاتے ہیں کہ اعلیٰ کردار اور عظیم اخلاق ہی انسان کو کمال تک پہنچاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت ایک زندہ جاوید مثال ہے، جو قیامت تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ بنی رہے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کی جامعیت: ان تمام صفات کے علاوہ، رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ میں بے شمار دیگر اعلیٰ صفات شامل تھیں، جو اپنی کامل ترین صورت میں موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔'' (سورۃ القلم: ۴) اور اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس کو ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ ''بے شک رسول اللہ کی ذات تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔'' (الاحزاب: ۲۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہر مسلمان، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، ہر انسان کے لیے بہترین اور کامل ترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک ایسی عملی مثال ہے جس کی پیروی ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ان اعلیٰ اخلاقی صفات کو نہ صرف اپنایا بلکہ اپنی امت کو بھی ان کی تعلیم دی۔ ☆

سوشل میڈیا نیٹ ورکس تباہی یا امکانات؟

حسان احمد

(۱)

برطانوی پولیس اس وقت اپنی نوعیت کے پہلے اور ایک انوکھے معاملے کی تحقیقات کر رہی ہے۔ برطانوی اخبار دی گارڈین کے مطابق ایک سولہ سالہ نوجوان لڑکی نے 'میٹاورس' [Metaverse] میں اپنے ساتھ ہونے والی غیر حقیقی اجتماعی زیادتی [Virtual gang rape] کی رپورٹ پولیس کو دی ہے۔ تفصیلات کے مطابق وہ لڑکی ورچول ریلیٹی [Virtual reality] ہیڈسیٹ پہنے 'میٹاورس' میں ایک حقیقت سے قریب [Immersive game] کھیل رہی تھی، جب اس کے ساتھ کھیلنے والے دوسرے کرداروں نے اس کے خاکے یا کارٹون کریکٹر [Digital Avatar] پر حملہ کیا اور اسے زیادتی کا نشانہ بنایا۔ اس خبر کے منظر عام پر آنے کے بعد مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر اس لڑکی کو تضحیک یا ٹرولنگ [trolling] کا سامنا کرنا پڑا۔ کسی نے کہا کہ مختلف کمپیوٹر کھیل کھیلتے ہوئے وہ کھیل ہی کھیل میں مر چکے ہیں، تو کیا وہ اس کے لیے قتل کا مقدمہ درج کرائیں، تو کسی کے خیال میں پولیس کو حقیقی زندگی میں ہونے والے جرائم پر توجہ دینی چاہیے۔

'میٹاورس' کو سوشل میڈیا نیٹ ورکس کا مستقبل کہا جاتا ہے۔ 'میٹاورس' کیا ہے؟ اس پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے، لیکن اس سے قبل سوشل میڈیا نیٹ ورکس کو سمجھنا ضروری ہے۔ ویسے تو انٹرنیٹ کا آغاز ہی ایک دوسرے سے کوسوں دُور بیٹھے چند لوگوں کے درمیان کمپیوٹر پر گفتگو سے ہوا تھا، لیکن سوشل میڈیا نیٹ ورکس نے صرف ابلاغ کے ذرائع کو ہی تبدیل نہیں کیا بلکہ فرد، خاندان، معاشرہ، ٹکنالوجی، حتیٰ کہ زندگی کے فلسفے کو بھی تبدیل کر دیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اگر مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز نہ ہوتے تو نہ اسمارٹ فونز کو ہماری زندگی میں یہ اہمیت حاصل ہوتی اور نہ مصنوعی ذہانت (AI) کو ایسا عروج حاصل ہوتا کہ اس کا خطرہ ایٹم بم سے زیادہ بڑھ جاتا۔

فیس بک، ایکس [سابقہ ٹویٹر]، گوگل، انسٹا گرام، واٹس ایپ اور دوسرے بہت سے چھوٹے بڑے سوشل نیٹ ورک ہماری زندگیوں پر کیسے اثر انداز ہو رہے ہیں؟ ہمارے سوچنے سمجھنے سے لے کر زندگی بسر کرنے کے طریقے کیسے تبدیل ہو رہے ہیں اور مستقبل کیسا ہوگا؟ اگلی سطور میں انھی سوالات کا جواب جاننے کی کوشش کریں گے۔

گلوبل ویلیج سے کنویں کا مینڈک بننے تک کا سفر

کینیڈین مفکر مارشل مک لوہن نے ساٹھ کے عشرے میں میڈیا کی ترقی کو دیکھتے ہوئے 'گلوبل ویلیج' (عالمی گاؤں) کی اصطلاح استعمال کی تھی۔ ان کے خیال میں الیکٹرانک میڈیا مثلاً ٹیلی ویژن، ٹیلی فون وغیرہ کی ایجاد نے دنیا کے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے۔ نصف صدی قبل پیش کی گئی یہ تھیوری اس وقت بھی بہت مقبول ہوئی تھی، لیکن شاید اس کو انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نیٹ ورکس نے قبولِ عام دے دیا اور یہ اصطلاح زبان زدِ عام ہوگئی۔

بظاہر تو سوشل میڈیا پلیٹ فارم روایتی میڈیا ہی کی ایک جدید اور ترقی یافتہ شکل نظر آتے ہیں، لیکن ان کے اثرات بالکل مختلف ہیں۔ جہاں میڈیا کو دنیا کو جاننے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا تو سوشل میڈیا کو ایکو چیمبرز سے تشبیہ دی جارہی ہے، کیونکہ بیش تر اوقات سوشل میڈیا پلیٹ فارمز آپ کو وہی کچھ دکھاتے ہیں جو آپ پسند کرتے ہیں۔ یہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، چند الگورتھم کی مدد سے آپ کی پسند ناپسند دیکھ کر اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ آپ کی ترجیحات کیا ہیں؟ اور مسلسل صرف وہ چیزیں دیکھ کر جو ہمیں پسند ہیں، ہم محض کنویں کا مینڈک بنتے جارہے ہیں۔

کیا دنیا کو چند الگورتھمز سنبھال رہے ہیں؟

کمپیوٹر کی زبان میں 'الگورتھم' ایسی ہدایات یا طریقۂ کار کو کہتے ہیں جس پر عمل کر کے کمپیوٹر کسی مسئلے کو حل کرتے ہیں۔ جتنا ہی مشکل مسئلہ ہوتا ہے اتنا ہی پیچیدہ 'الگورتھم' اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے درکار ہوتا ہے اور انسانی نفسیات سے کھیلنے سے زیادہ پیچیدہ کام شاید ہی اس دنیا میں کوئی ہو۔ لیکن سوشل میڈیا نیٹ ورکس نے اس مسئلے کو نہ صرف اپنی دانست میں حل کرلیا ہے بلکہ انسانیت اب ان 'الگورتھم' کے رحم و کرم پر ہی ہے۔ ایک زمانے میں 'فیس بک' کا نعرہ تھا کہ 'تیز چلو اور توڑ دو' (Move fast and break things)۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے پلیٹ فارمز پر لانے، ان کو زیادہ دیر تک مصروف رکھنے اور ان سے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے چکر میں صورتِ حال پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتی رہی اور مصنوعی ذہانت اس پر سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔ یونی ورسٹی کالج لندن کی ماہر حسابیات اور اپنی کتاب Being Human in the Age of Algorithms First کے لیے مشہور حنا فرائے (Hannah Fry) کے خیال میں:

These are just some of the dilemmas that we are beginning to face as we approach the age of the algorithm, when it feels as if the machines reign supreme. Already, these lines of code are telling us what to watch, where to go, whom to date, and even whom to send to jail. But as we rely on algorithms...they raise questions about what we want our world to look like? What matters most...We don't have to create a world in which machines are telling us what to do or how to think, although we may very well end up in a world like that.

الگورتھمز کے اس دور میں جہاں مشینوں کی حکمرانی ابھرتی نظر آرہی ہے۔ یہ چند مخمصے ابتدائی محض ہیں، جن کا سامنا ہم کر رہے ہیں۔ ہم کو کیا دیکھنا ہے، کہاں جانا ہے، کس کو پسند کرنا ہے یہاں تک کہ کس کو جیل بھیجنا ہے، اس کا فیصلہ پہلے ہی یہ الگورتھمز کر رہے ہیں۔ لیکن جیسے جیسے ہمارا بھروسا ان الگورتھمز پر بڑھ رہا ہے، یہ سوال اہم ہوتا جارہا ہے کہ ہم کس قسم کی دنیا چاہتے ہیں اور کیا چیز سب سے اہم ہے؟ ہم کو ایسی دنیا نہیں بنانی جہاں مشینیں ہم کو بتائیں کہ ہمیں کیا کرنا اور کس طرح سوچنا ہے؟ لیکن شاید ایسی دنیا سے فرار اب ممکن نہیں۔

مصنوعی ذہانت: پیدا شدہ گمبھیر صورت حال

عام طور پر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز آپ کی پسند اور ناپسند کو دیکھتے ہوئے آپ کا ایک نفسیاتی خاکہ بناتے ہیں اور پھر اسی خاکہ کو دیکھتے ہوئے آپ کو مواد دکھایا جاتا ہے۔ یہ 'الگورتھمز' ہر وقت آپ کے بارے میں اپنی رائے کو بہتر سے بہتر بناتے رہتے ہیں۔ جب تک یہ 'الگورتھمز' انسان بنا رہے تھے، تب تک ان کو سنبھالنا بھی آسان تھا۔ مثلاً جب سوشل میڈیا پر جعلی خبروں کی بھرمار ہوئی تو ان سے مقابلہ کرنے کے 'الگورتھمز' بنائے گئے اور پہلے سے موجود 'الگورتھمز' کو بہتر بنایا گیا۔ لیکن اب بہت تیزی سے ان 'الگورتھمز' کو مصنوعی ذہانت کی مدد حاصل ہو رہی ہے اور مصنوعی ذہانت جب یہ فیصلہ کرنے لگے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں، تو نہ صرف انسان بے اختیار ہو جاتے ہیں بلکہ کسی حد تک آگے ہونے والی غلطیوں سے بری الذمہ بھی۔ یعنی ایک طرف تو یہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز ہماری روزمرہ کی زندگی سے لے کر کس کو حکمران بنانا ہے، تک کے فیصلوں میں دخل دے رہے ہیں، اور دوسری طرف یہ کسی قسم کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں کیونکہ اب یہ فیصلہ کہ کیا دکھانا ہے اور کیا نہیں، اس کا فیصلہ انسان نہیں مصنوعی ذہانت کے 'الگورتھمز' کر رہے ہیں۔

امریکی صدارتی امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ پر قاتلانہ حملے کی خبر جب پھیلی تو فیس بک نے زخمی ڈونلڈ ٹرمپ کی مکا لہرانے کی تصویر کو اپنے پلیٹ فارم پر سے ہٹانا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے فیس بک کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کے فیس بک کے سی ای او مارک زکر برگ کو اپنے کاروباری مفاد کے تحفظ کے لیے ڈونلڈ ٹرمپ کو فون کر کے معافی بھی مانگنی پڑی۔ یہ صورتِ حال اس وقت بھی پیش آئی، جب سابق فلسطینی وزیر اعظم اسماعیل ہانیہ کی شہادت کے فوراً بعد فیس بک نے اس خبر کو اپنے پلیٹ فارم پر سنسر کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ملائشیا کے وزیر اعظم انور ابراہیم کی تعزیتی پوسٹ بھی ہٹادی گئی، جس پر ملائشیا کی حکومت نے کافی احتجاج کیا۔

آزادیٔ اظہار سے آزادیٔ انتخاب تک کی بحث

لیکن سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر سنسر شپ کی یہ مہم نئی نہیں ہے۔ فیس بک، ٹویٹر اور گوگل نے ۲۰۱۶ء کے امریکی انتخابات میں Cambridge Analytica Data Scandal کے سامنے آنے کے بعد ۲۰۲۰ء کے انتخابات میں ڈونلڈ ٹرمپ کو سنسر کرنا شروع کر دیا۔ انھیں شیڈو بین الگورتھم [Shadowban Algorithm] کا نام دیا گیا۔ یعنی اگر آپ اپنے پلیٹ فارم پر سے کسی طاقت ور شخصیت یا کسی مقبول نظریئے کو ہٹا نہیں سکتے تو اس کو اپنے پلیٹ فارم پر 'الگورتھمز' کی مدد سے اس طرح پھیلنے سے روک دیں۔ اس بات پر جب ان پلیٹ فارمز کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا، وہیں مشہور امریکی کاروباری ایلون مسک نے آزادیٔ اظہار کے تحفظ کے لیے ٹویٹر کو مہنگے داموں خرید لیا۔ اس کے محرک مشہور ٹکنالوجسٹ پیٹر تھیل بنے، جو نہ صرف ایلون مسک کے کاروباری ساتھی رہے ہیں، بلکہ فیس بک کے ابتدائی انویسٹرز میں سے ایک ہیں۔

دُنیا کے دو بڑے سوشل میڈیا پلیٹ فارموں پر پیٹر تھیل کس اثر رسوخ کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ نے اگلے امریکی صدارتی انتخابات کے لیے اپنے سخت ترین مخالف جے ڈی وِنس (J D Vince) کو نامزد کیا جو اس سے قبل ٹرمپ دوبارہ نہیں یا Trump Never Again کا نعرہ لگاتے تھے۔ ان دونوں کے درمیان مفاہمت کا کردار کسی سیاست دان یا تجربہ کار بیوروکریٹ نے نہیں بلکہ ارب پتی ٹکنالوجسٹ پیٹر تھیل نے ادا کیا ہے، جو ایک طرف جے ڈی وِنس کے کاروباری ساتھی ہیں تو دوسری طرف ڈونلڈ ٹرمپ کے مشیر خاص بھی۔ یہ خبر بھی شاید دلچسپی کا باعث ہو کہ حالیہ فلسطین اسرائیل جنگ میں معصوم فلسطینیوں کے قتل عام میں بدترین کردار ادا کرنے والا مصنوعی ذہانت کا سوفٹ ویر بھی پیٹر تھیل کی کمپنی نے بنایا ہے۔

آزادیٔ اظہار مغرب کے لیے محض ایک ہتھیار ہے، اس سے کون ناواقف ہے۔ تاہم، 'الگورتھمز' کا یہ عروج کتنا خطرناک ہے اور یہ 'الگورتھمز' یا ان کے بنانے والے کیسے ہماری نفسیات سے کھیلتے ہیں؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ایکس پلیٹ فارم کے بانی جیک ڈورسی اب آزادیٔ اظہار کی بحث کو محض توجہ ہٹانے کا ذریعہ کہتے ہیں۔ اور ان کے خیال میں اصل بحث 'الگورتھمز' کو استعمال کرنے یا نہ کرنے کی آزادی پر ہونی چاہیے۔ ایک انٹرویو میں جب انھوں نے یہ گفتگو کی تو ایکس پلیٹ فارم کے نئے مالک ایلون مسک بھی اس بات سے انکار نہ کر سکے۔ بقول جیک ڈورسی:

This is going to sound a little bit crazy, but I think that the free speech is a complete distraction right now. I think the real debate should be about free will and we feel it right now because we are being programmed... And I think the only answer to this is... to give people a choice of what algorithm they want to use.

شاید یہ آپ کو عجیب لگے لیکن [آج کے دور میں] میرے خیال میں آزادیٔ اظہار کی باتیں محض توجہ ہٹانے کا طریقہ ہیں۔ میرے خیال میں اصل بحث آزاد یا خود اختیاری سوچ پر ہونی چاہیے۔ اور اب ہم نے اس بات کو محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کیونکہ ہماری سوچ یا مرضی کو [سوشل میڈیا الگورتھمز کے ذریعے] بدلا جارہا ہے۔ اور میرے خیال میں اس کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے لوگوں کو اس بات کی آزادی دی جائے کہ وہ اس بات کا تعین خود کر سکیں کہ وہ کون سا الگورتھم استعمال کرنا چاہتے ہیں اور کون سا نہیں۔ (جاری)

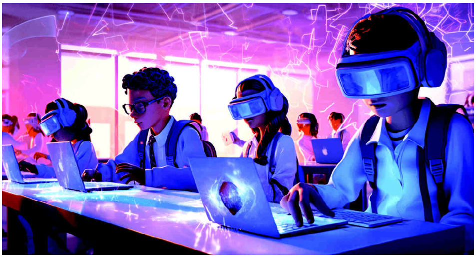

تاریخ خود کو دُہراتی ہے!

شیخ حویدی

اگر آپ بوسنیا کو نہیں سمجھتے تو آپ غزہ کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے مسلمان پہلے بوسنیا کو سمجھیں، تا کہ غزہ کو سمجھ سکیں۔ لہٰذا غزہ کو اچھی طرح سے سمجھنے کے لیے مکمل مضمون پڑھیں۔

غزہ اور فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس پر حیران نہ ہوں۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف سربوں نے جو تباہی کی جنگ چھیڑی، اس میں ۳۰۰ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ۶۰ ہزار عورتوں اور بچیوں کی عصمت دری کی گئی۔ ڈیڑھ لاکھ لاوارث ہوئے۔ کیا ہم اس المیے کا کبھی ذکر کرتے ہیں یا ہم بھول گئے ہیں...... یا آپ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے!! سی این این کی کرسٹیانا امان پور بوسنیا کی سالگرہ پر تبصرہ کرتی ہیں:

مسلمانوں کا قتل عام، محاصرہ اور فاقہ کشی مگر یورپ نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔ ہولوکاسٹ تقریباً چار سال تک جاری رہا، جس کے دوران سربوں نے ۸۰۰ سے زائد مساجد کو مسمار کر دیا، جن میں سے کچھ سولھویں صدی عیسوی کی تعمیر شدہ تھیں۔ سربوں نے سرائیوو کی تاریخی لائبریری کو جلا دیا۔ اقوام متحدہ نے مداخلت کی اور اسلامی شہروں جیسے کہ گورجدا، سربرینیکا، زیپا کے داخلی راستوں پر دو دروازے لگا دیے، لیکن وہ محاصرے اور آگ کی زد میں تھے۔ سربوں نے ہزاروں مسلمانوں کو حراستی کیمپوں میں ڈالا، ان پر تشدد کیا، انھیں بھوکا مارا، یہاں تک کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچا اور بہت سی بیماریوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔ جب سربیا کے ایک رہنما نے پوچھا: کیوں یہ ظلم کرتے ہو؟ تو اس نے جواب میں کہا: وہ سور کا گوشت نہیں کھاتے۔ برطانوی اخبار دی گارڈین نے بوسنیا کے قتل عام کے دنوں میں ایک پورے صفحے کا نقشہ شائع کیا۔ جس میں عصمت دری کے مقامات دکھائے گئے تھے۔

مسلمان خواتین کے ساتھ سربوں نے ۱۷ بڑے کیمپوں میں جو کچھ کیا، اس کے ذکر سے قلم لرزتا ہے۔ سربوں نے چھوٹی چھوٹی بچیوں تک کی عصمت دری کی۔ دی گارڈین نے ایک بچی کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی جس کا عنوان تھا: ''وہ بچی جس کا قصور یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے''۔ قصائی ملادک نے زیپا کے مسلمانوں کے لیڈر کو میٹنگ میں بلایا۔ اس نے اسے سگریٹ دیا، اس کے ساتھ تھوڑا ہنسا، پھر اس پر جھپٹا اور اسے ذبح کر دیا۔ لیکن سب سے مشہور جرم تو سربرینیکا کا محاصرہ تھا۔ عالمی فوج کے سپاہی سربوں کے ساتھ جشن منا رہے تھے، رقص کر رہے تھے۔ کچھ مسلمان ان کے ساتھ مل کر کھانے کے لیے سودے بازی کر رہے تھے۔ سربوں نے سربرینیکا کا محاصرہ کر لیا۔ دو سال تک گولہ باری ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رُکی۔ سرب، اس قصبے میں پہنچنے والی امداد کا ایک اہم حصہ اُڑا رہے تھے۔ پھر مغرب نے اسے بھیڑیوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا: سربرینیکا کی حفاظت کرنے والی ڈچ بٹالین نے سازش کی۔ سربوں نے مسلمانوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ حفاظت کے بدلے اپنے ہتھیار پھینک دیں۔ مسلمان تھکن اور اذیت کے بعد دم توڑ رہے تھے۔

سربوں نے سربرینیکا پر حملہ کیا، مردوں کو ان کی عورتوں سے الگ کر دیا۔ ۱۲۰۰ مرد اور جوان الگ کیے، ان سب کو مار ڈالا۔ سرب ایک مسلمان مرد کے اوپر کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر سوراخ کر رہا تھا (نیوز ویک کی رپورٹ سے)۔ جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، ان کی عزت پر حملہ کیا گیا اور کچھ کو جلا کر ہلاک کر دیا گیا۔ یہ قتل عام سربرینیکا میں کئی دن تک جاری رہا۔ یہ جولائی ۱۹۹۵ء کا آخر تھا۔ یہ ہمارے بھائیوں کے خاتمے کی جنگ کا آخری باب تھا۔ ایک ماں نے سرب کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، وہ اس سے التجا کرتی ہے کہ اس کے بچے کو ذبح نہ کرے، اور اس نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اس بچے کی گردن کاٹ ڈالی۔ قتل عام ہر جگہ ہم دیکھ سکتے تھے۔ سربرینیکا کے ذبح خانے کے بعد قصاب راڈووان کاراڈزک شہر کو فتح کرتا اور اعلان کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا: ''سربرینیکا ہمیشہ سے سربیا رہا ہے اور اب واپس آگیا ہے''۔ پھر سرب ہتھیاروں سے مسلح، مسلمان عورتوں کی عصمت دری کر رہے تھے۔ انھوں نے ان کو ۹ ماہ تک بند رکھا جب تک کہ وہ ناجائز بچوں کو جنم نہ دے لیں۔ ایک سرب نے ایک مغربی اخبار کو بتایا: ''ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان خواتین سربیا کے بچوں (سربیائی بچوں) کو جنم دیں۔ یاد رکھیں بوسنیا، سرائیوو، بنجالوکا، سربرینیکا اور بلقان کو ہم نہیں بھولیں گے۔

بوسنیا میں قتل عام کے دوران، ایک فرانسیسی اخبار نے لکھا: بوسنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی تفصیلات سے یہ بات واضح ہے کہ صرف مسلمانوں کی ثقافت خوب صورت اور مہذب ہے۔ پرانے آرتھوڈوکس (بطرس غالی) کے عہدے، جو اس وقت اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل تھے، انھوں نے کھل کر اپنے ساتھی سربوں کا ساتھ دیا۔ یہاں پر یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ سرب مذہبی اسکالر ایک قدم آگے بڑھ کر مساجد کے اماموں، دانشوروں، تاجروں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ وہ کہتے تھے: انھیں باندھ کر ذبح کر کے پھینک دیں گے۔ انھیں دریا میں ڈال دیں گے۔ اگر سرب کسی قصبے میں داخل ہوتے تو اس کی مسجد کو گرانا شروع کر دیتے۔

ایک برطانوی اخبار نے بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی کو اس جملے کے ساتھ بیان کیا: ''بیسویں صدی میں یہ جنگ قرون وسطیٰ کے انداز میں چھیڑی گئی ہے..! میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم اس ظلم کو بھول نہ جائیں، اور آنے والی نسلوں کو بھی یاد دلاتے رہیں۔ یہ پیغام ان لوگوں کے لیے ہے جو مغربی تہذیب اور جعلی انسانی حقوق سے مرعوب ہیں۔ تاریخ کی کہانیاں بچوں کو سونے کے لیے نہیں سنائی جاتیں، بلکہ یہ جگانے کے لیے سنائی جاتی ہیں۔

☆☆☆

قدیم ہندوستان کا سیاسی نظام

جاوید اورنگزیب

(2)

اسمبلی: سبھا (Sabha) ہندی یورپی لفظ کا ہندی طرز پر بولا جانے والا تلفظ تھا جو دوسری زبانوں کی اصطلاح میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی خونی رشتہ داروں کا اجتماع، خاندان، کنبہ، یا قبیلہ کے تھے۔ قدیم دور میں مساوات کے نظام کا موجود ہونا اور سبھا یا سبھاپتی کی اصطلاح انتظامی معاملات سنبھالنے کے لیے موثر نظام کی موجودگی کی علامت تھے۔ اسی طرح کنبے کے خاندانی سربراہ اور چناؤ کے ذریعے بننے والے متعدد قبیلوں کے نگراں کا وجود بھی برابری کے انتظام کے موجود ہونے کا پتا دیتا تھا۔ اس طرح یہ تصور لفظ راجا کے قدیم معنی سے کافی ملتا جلتا تھا۔ اگر وسیع نظر سے دیکھا جائے تو سبھا کا لفظ مکمل طور پر اجتماع کی جگہ کا معنی نہیں دیتا تھا کیونکہ ہر قسم کا اجلاس اور چھکہ پھینکنے والے کھیل مثلاً لوڈو وغیرہ کا اجتماع بھی سیاسی پنچائیت اور عدالتی اجتماع سے کم نہیں ہوا کرتا تھا۔

سرنیتی (Sarniti) کی اصطلاح بھی سبھا کے معنی سے بہت مماثلت رکھتی تھی اور ایک حد تک اس کے معنی میں ہی استعمال ہوتی تھی۔ اجلاس میں جن نگرانوں کو چناؤ کے ذریعے منتخب کیا جاتا انہیں راجا کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اور ان کی تعیناتی کو بھی منظور کیا جاتا تھا۔ اتھروید کے مطابق جب انہیں سربراہی دی جاتی تو ان سے ان کی وفاداری اور استقامت کا حلف بھی لیا جاتا تھا اور اجلاس کے بعد پروہت اس خواہش کا اظہار کرتا کہ سبھا (اسمبلی) بادشاہ کی وفادار رہے گی۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کہ یہ اجلاس آزاد لوگوں کا اجتماع یعنی سمگتی یا سمگر دما ہوا کرتا تھا۔

عسکری مجلس کے لیے سمیتی کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی جو ایک تکنیکی اصطلاح تھی جو معرکہ آرائی کو ترتیب دینا کے معنی میں استعمال ہوتی تھی۔ بلاشبہ یہ اخذ شدہ معنی ایک ایسے مجمع کے لیے موزوں تھا جو مسلح افواج کی خوبیوں کا حامل ہو۔ مہابھارت میں یودھشٹرا کے راجا سیوا (Rajasyua of Yudhishthira) کے لیے ملکہ کے دربار میں اجتماع طلب کرنے کو سمیتی کہا جاتا تھا۔ منصب داری کے آداب کے لیے لازم تھا کہ وہ افواج کی مرتب شدہ اور متعین کردہ ترتیب کے عین مطابق ہوں۔ اس کے علاوہ لفظ سبھا کے تمام معانی میں صرف ایک ہی اہم معنی عدالت تھا۔ ایک معمولی اور فرسودہ قول جتاکاز (Jatakas) اور نرادا (Narada) میں ذکر کیا گیا ہے کہ عقلمندی اور دانشمندی اس طرح کے اجتماع کے ممبران کے ساتھ خاص ہے۔ سبھا کی عمارت کے درمیانی حصے میں جو دیوتا اور انسان کے درمیان راستہ سمجھا جاتا تھا، آگ بھڑکائی جاتی جو قانون اور کٹھن گھڑی کے آلے یا دستاویزات کی محافظ سمجھی جاتی تھی۔

اس طرح اسمبلی کی دو اقسام ہوئیں، جو وقت کے ساتھ ساتھ مزید تبدیل ہوتی چلی گئیں، جو ابتدا سے ہی قدیم دور میں جنگ کی شوریٰ یا جنرل ہیڈکوارٹر، اور انصاف کی عدالت دونوں کی مجتمع صورت تھی۔ دونوں صورتوں میں اگر بادشاہ ایک ہی ہوتا تو اس کا ایک خاص کردار ہوتا تھا۔ قدیم دور میں یہ تصور کیا جاتا تھا کہ کھشتریوں کے پاس ہی ترجمانی کے فرائض ہوا کرتے تھے، جب کہ برہمنوں کو قانون کے رکھوالوں کے طور پر آگے چل کر اعلیٰ ذات تصور کیا جانے لگا تھا۔ پس سبھا او سمیتی کی ترتیب خصوصی طور پر قدیم ریاست کے ابتدائی جرگوں سبھا سمیتی سے خاصی مختلف تھی۔ یہ ان کے مقابلے میں زیادہ انتظامی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے لگی تھی اور قدیم دور کا یہ تصور بھی ناپید ہو چکا تھا جس میں بادشاہ اسمبلی پر انحصار کیا کرتا تھا۔ اب اسمبلی بادشاہ کے ماتحت تھی اور اسی کے احکام کے مطابق فیصلے ہوا کرتے تھے اور اسی کو انصاف اور طاقت کے اختیارات حاصل تھے، اسی وجہ سے اندو اور وروع کے اشاروں پر فوراً کاروائی عمل میں لائی جاتی تھی۔

(Ibid, Pg. 97-98.)

ریاست کے اعلیٰ افسران میں سے کچھ کو بازار کا منتظم بنایا جاتا تھا، کچھ کو شہر کا اور ان میں سے کچھ کو سپاہیوں کا نگراں مقرر کیا جاتا تھا۔ بعض افسران کو دریاؤں کی دیکھ بھال کرنے، مصری طریقہ کی طرز پر زمینوں کو ناپنے اور آب بند (جس سے پانی بڑی ندیوں سے چھوٹی نہروں میں اس طرح منتقل کیا جاتا تھا کہ ہر علاقے اور زمین کو برابری کی بنیاد پر پانی تقسیم ہو) کی جانچ پڑتال کرنے کا منتظم بنایا گیا تھا۔ انہیں افسران کے پاس شکاریوں کے انتظامات سنبھالنے کے اختیارات بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے کام کے مطابق انہیں انعام دینے یا سزا دینے کا اختیار بھی حاصل تھا۔ وہ محصولات اکٹھا کرتے، زمین سے متعلقہ پیشوں کی نگرانی کرتے اور اسی طرح لکڑہارے، بڑھئی، لوہار اور کان کنی کے منتظمین کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ وہ شاہراہوں کی تعمیر کیا کرتے اور ہر دس اسٹاڈیا (Stadia) کے فاصلے پر ضمنی سڑک اور فاصلے کی نشاندہی کے لیے ستون نصب کیا کرتے تھے۔

اسٹاڈیا: (سول انجینئرنگ) تھیوڈولائٹ شکل کا ایک آلہ جس میں دو افقی بال نصب ہوتے ہیں اور ایک درجہ بند عمودی سلاخ کے ساتھ فاصلہ ناپنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

شہر کے منتظمین کو چھ مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر گروہ پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ پہلے گروہ کو فنون سے متعلق صنعتوں کے تمام امور کی نگرانی کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ دوسرا گروہ غیر ملکی سیاحوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات کے انتظامات سنبھالا کرتا تھا۔ ان مہمانوں کے رہنے کے لیے جگہوں کا انتخاب کیا جاتا تھا اور ان کی خدمت کرنے والے شخص سے ان کے رہن سہن اور زندگی گزارنے کے طور طریقوں کے احوال کی معلومات حاصل کی جاتی تھیں۔ جب مہمان شہر سے رخصت ہوتے تو وہ ان کے محافظ کے طور پر ان کے ساتھ چلتے، ان کے مرنے کی صورت میں بھی ساتھ ہوتے، اور ان کے رشتہ داروں کو اس کی ملکیت کی چیزیں بھجوانا انہی کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ جب وہ بیمار ہوتے تو ان کی دیکھ بھال کرتے اور انتقال کی صورت میں ان کی آخری رسوم بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ تیسرا گروہ پیدائش اور مرنے کی چھان بین سے متعلق امور کا ذمہ دار تھا ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ پیدائش کس بنیاد پر ہوئی اور مرنے کی کیا وجوہات تھیں۔ یہ طریقہ صرف محصولات کی وصولی کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ اس کی یہ وجہ بھی تھی کہ حکومت اونچے اور نچلے طبقہ میں ہونے والی پیدائش اور موت کے اعداد و شمار سے واقف رہے۔ چوتھا گروہ تجارتی لین دین اور اس سے متعلقہ معاملات کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ اس گروہ کے ممبران کے پاس ناپنے اور وزن کو متعین کرنے کا اختیار ہونے کے ساتھ ساتھ، عوام کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے، موسمی اشیاء کی لین دین کی جانچ پڑتال کرنے کا اختیار بھی تھا۔ ایک سے زیادہ تجارتی مال یا اشیاء کے لین دین کی کسی کو اجازت نہیں تھی جب تک کہ وہ دوگنا محصول ادا نہ کرلیں۔ پانچواں گروہ صنعت و حرفت کے سامان کی نگرانی کرتا اور ان اشیاء کی قیمت عوام کی قوت خرید کے مطابق متعین کرتا تھا تا کہ آسانی سے بیچی جاسکیں۔ نئی اشیاء اور پرانی چیزوں کو الگ الگ نشاندہی کر کے بیچا جاتا تھا۔ اگر کوئی نئی اور پرانی اشیا کو خلط ملط کرتا تو اس پر جرمانہ عائد کیا جاتا تھا۔ چھٹا اور آخری گروہ ان افراد پر مشتمل تھا جو بیچے ہوئے سامان کی رقم میں سے دسواں حصہ وصول کرتے تھے۔ محصول کی ادائیگی میں دھوکے بازی کرنے والے کے لیے سزائے موت تھی۔ یہ حکومت کی ہی ایک مقرر شدہ صورت تھی جس کے ذریعے نگہداشت اور دیکھ بھال کے لیے، محصولات اور دیگر امدادی صورتیں متعین کی جاتی تھیں۔ طرزِ حکومت بادشاہی سلطنت کا ہی تھا جس کی سربراہی بادشاہ کیا کرتا تھا۔ خاندانی امور کی سربراہی مرد کے ذمہ تھی۔ (J. W. Mcrindle (1877), Ancient India as Described by Megasthenes and Arrian, Thacker Spink & Co. Calcutta, Pg. 86-87.)

مرکزی حکومت: چندر گپت کے زمانے میں نہ صرف ایک مضبوط ہندو مرکزی حکومت قائم ہوئی بلکہ آریا ہندو سماج نے جنوبی ایشیا کو اپنے نفسیاتی اور سیاسی حصار کا حصہ بنالیا تھا۔ ہندوٗ فلسفہ کے بانی کوتلیہ چانکیہ کی جارحیت پسند پالیسی نے ہندو تہذیبی حصار کو سلطنت کے طول و عرض میں پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ چانکیہ کے اقوال نے ہندو شدت پسندی کو غیر معمولی مہمیز دی جس کی بنیادی فکر طاقت کی ہوس اور ہمسایہ ممالک کو فتح کرنے کے جذبے پر رکھی گئی تھی۔ جس سے واضح ہوتا تھا کہ ہمسایہ ریاستوں کو ہمیشہ دشمن ریاستیں تصور کیا جائے اور ہمسایہ ریاستوں کے پار کی حکومتوں سے ہمیشہ دوستی اور اشتراک عمل کے سلسلے کو آگے بڑھایا جائے تا کہ ریاست کی ہیبت ہمسایہ ممالک پر قائم رہے۔ ضرورت پڑنے پر ہمسایوں سے دوستی کے جذبات محض ہمسایہ ریاستوں کو دھوکے میں رکھنے کے لیے استعمال کیے جائیں اور موقع ملتے ہی وار کر دیا جائے۔ اس کی مزید تصدیق ارتھ شاستر کتاب سے بھی ہوتی ہے جو اہل ہند کے سیاسی تصورات اور حکمت عملی کی آئینہ دار اور سیاسی زندگی میں حکمرانوں کے لیے ہدایت نامہ سمجھی جاتی ہے۔ (کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، مترجم: سلیم اختر، مطبوعہ: نگارشات پبلشرز، لاہور: 15)

حکمران: اہل ہندوستان کے عقیدے کے مطابق بالکل ابتدائی دور میں کوئی حکومت نہیں تھی۔ لوگ آزاد اور پُرامن زندگی بسر کر رہے تھے۔ پھر ان میں برائیاں پیدا ہوئیں اور رفتہ رفتہ ہر طرف ظلم و تعدّی اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوگیا۔ ایسی صورت میں اندر دیوتا نے جو کائنات کا محافظ تھا، منو (Manu) کو بھیجا جس نے حکومت قائم کر کے انسانی آبادی کو تباہی سے بچایا تھا۔ منو کے بعد پھر دوسرے راجا پیدا ہوئے جو اندر کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرتے رہے۔ چونکہ اندر دیوتا کے فرائض کو راجہ اس دنیا میں انجام دیتا تھا اس لیے اُس کی اطاعت عین اندر کی اطاعت تصور کی جاتی تھی اور اُس کی حکم عدولی میں دنیوی و آسمانی عذاب پوشیدہ تھے۔ دیوتا کی اس نیابت نے راجا کو فرمانروائی کے تمام اختیارات عطا کر دئے تھے جن کی حد بندی کسی دستور یا آئین کے ذریعے نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ اکیلا اور تنہا تمام طاقتوں کا سرچشمہ اور تمام قوانین کا ماخذ تھا۔ مگر راجا برہمن کو پھانسی نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ خود ایک بڑا دیوتا تصوّر کیا جاتا تھا گو وہ انسانی شکل میں تھا۔ 9 قدیم ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ برہمن کی روحانیت راجا اور اس کی پرجہ کو چشم زدن میں فنا کر سکتی تھی۔ اسی طرح کا تصور پُران و سنوسمرتی میں بھی پایا جاتا تھا۔ (A. L. Basham (1954), The Wonder that was India, Sidgwiea and Jacason, London, U.K., Pg. 86 & 138. سیّد عین الحق، قدیم مشرق، ج- 2، مطبوعہ: مکتبۂ فریدی، کراچی، 331-332:)

ارتھ شاستر کے چانکیہ نے راجا کے اس خدائی حق کو بیان کرنے کے بعد ریاست کے قواعد و اصول سے بحث کی ہے اور یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ہر ریاست دوسری ریاستوں سے گھری ہوئی تھی جن کے درمیان دوستانہ تعلقات ناممکن تھے، وہ والی ریاست کو مشورہ دیتا کہ طاقت کو مجتمع کر کے اپنی ہمسایہ ریاستوں پر حملہ کردے اور اُسے فتح کر کے اپنی ریاست میں ملالے۔ چانکیہ کے نزدیک سیاست مدن میں اخلاق کوئی چیز نہیں تھی۔ اس لیے وہ راجا کو جو سیاسی تنظیم کا سربراہ تھا، اخلاقیات کے گورکھ دھندوں سے دُور رکھنا چاہتا تھا اور اُس کے لیے ہر قسم کی دغابازی اور عیاری کو جائز قرار دیتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ راجا کے پیش نظر محض سیاسی غلبہ ہونا چاہیے جس کے حصول کے لیے وہ تمام ممکن وسائل اختیار کر سکتا تھا، وہ بلا تذبذب معاہدہ کو توڑ سکتا تھا اور خون بھی بہا سکتا تھا۔

اس طرح راجا کی ذات کو تمام قید و بند سے آزاد کرنے کے بعد چانکیہ نے حاکم کو ایک شاہی مجلس کے قیام کا مشورہ دیا جو اہم امور میں اُسے مشورہ دے سکے اور نظام چلا سکے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ وہ راجا کو بداعتمادی کی بھی تلقین کرتا تھا اور اُسے اعلیٰ حکام و شاہزادوں پر بھی بھروسہ کرنے سے منع کرتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ حکومت کے معاملے میں کسی پر بھی اعتماد کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے وہ راجا کو جاسوسی کے محکمے کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اور بتاتا تھا کہ تمام محکموں میں یہ سب سے اہم محکمہ ہے۔ وہ بڑی تفصیل کے ساتھ اس کے قواعد و ضوابط کو بیان کرتا تھا اور جاسوسی کے لیے فاحشہ عورتوں کی خدمات کو سراہتا تھا۔ سیاست کے اِن اہم نکات کو سمجھانے کے علاوہ وہ دیگر محکموں، محصولات، تنخواہوں اور ضابطہ تقریرات سے بھی بحث کرتا تھا۔ (A. L. Basham (1954) The Wonder that was India Sidgwiea and Jacason, London, U.K., Pg.121-124.)

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب سے اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ سیاست و حکومت سے متعلق اہل ہند کا تصوّر کیا تھا۔ وہ بھی اپنے ہم جد ایرانیوں کی طرح راجا کو تمام تنقید و رائے زنی سے بالا سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک وہ خدائی ارادے کا مظہر تھا بلکہ دیوتاؤں سے نسلی تعلق رکھتا تھا۔ پھر بھی عملی طور پر وہ تنہا حکومت چلانے سے قاصر تھا اس لیے وہ اپنے بعض اختیارات دوسروں کو تفویض کر دیتا تھا جو اُس کی جگہ پر حکومت کے فرائض انجام دیتے اور صرف اسی کے سامنے جواب دہ تھے۔ (سیّد عین الحق، قدیم مشرق، ج-2، مطبوعہ: مکتبۂ فریدی، کراچی ص: 333-332)

کوتلیہ نے راجہ کو تنظیمی نوعیت کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ جو بادشاہ دنیاوی تنظیم کو قائم رکھنے کا خواہاں ہے وہ ہمیشہ عصائے شاہی کو اونچا رکھنا چاہیے گا۔ کیونکہ جب عصا سے سوچ سمجھ کر مناسب طور پر کام لیا جائے تو لوگوں کو نیک چلنی اور مفید و مثبت کام سے لگے رہنے کی ترغیب ہوتی ہے جس سے دولت اور لطف و راحت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس کو بالکل استعمال میں نہ لایا جائے تو انتشار پیدا ہوتا ہے۔ عادل حکمران کی غیر موجودگی میں بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو نگلنے لگتی ہیں۔ اس کی موجودگی کمزوروں کی بقا کی ضامن ہے۔ (کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر مترجم: سلیم اختر: ص: 27-26)

(جاری)

Printed by Mohammed Abdul Jaleel & Published by Mohammed Abdul Jaleel on behalf of Dera Leasing & Construction Company & Printed at Dera Leasing & Printing Press, Khan Lateef Khan Estate 5-9-62 Hyd-500001 & Published at Munsif Daily, Khan Lateef Khan Estate 5-9-62 Hyd-500001. Editor Mohammed Abdul Jaleel
طابع محمد عبدالجلیل و ناشر محمد عبدالجلیل نے ڈیرا لیزنگ اینڈ کنسٹرکشن کمپنی کی طرف سے ڈیرا لیزنگ اینڈ پرنٹنگ پریس خان لطیف خان اسٹیٹ 5-9-62 حیدرآباد 500001 سے چھپوا کر روزنامہ منصف خان لطیف خان اسٹیٹ 5-9-62 حیدرآباد 500001 سے شائع کیا۔ ایڈیٹر محمد عبدالجلیل
Phone No. 040-66660005 66660006 66660007, Email: report@munsifdaily.com, Website: www.munsifdaily.com, www.epaper.munsifdaily.com, R.N.I. No. 8181/63

ضرورت رشتہ لڑکے

ضرورت رشتہ لڑکا گورنمنٹ جاب
عمر 35 سال قد 5'7" تعلیم B.Sc ملازم RTC ذاتی مکان کیلئے انٹرمیڈیٹ یافتہ لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ کوئی لین دین نہیں ہے جلد رابطہ کریں۔
9393528817

ضرورت رشتہ B.Tech لڑکا
اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکا عمر 25 سال قد 5'10" B.Tech Engineer برسرروزگار 2 لاکھ ماہانہ Income کیلئے خوبصورت صوم وصلوٰۃ کی پابند دیندار لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔
9397839836/8341030494

MS USA BOY
SMP Invites Alliance for their Son 27 Yrs, Ht. 5'-7", Ms Pursuing M.S Self Employed with F1 Visa, Looking for a Gulf born Girl, Green Card or Visa Holder, Any Graduate Ht. 5'-2" above V.Fair 18-23 Yrs from Decent Family.
Contact : 9618771112
Whatsapp : 9652531300

Matrimonial Well Settled Boy
Upper Middle Class Deendar Family invite Alliance for their son, very well mannered five times Namazi Boy Graduation Discontinue Age-29Y, Ht5'6" occupation: Auto Detailing Business. Own house Annual Income 10L+ Zero Demands Nikah as per Sunnah Seeking for religious, Namazi, Slim Beautiful bride from a respectable family only who are away from shirk & bidah height (5'2 - 5'4) Age: (21-26) very urgent (Agent Excuse).WhatsApp
Ph:9985577190

ارجنٹ رشتہ
B.Tech(Businessman) لڑکا
دیندار گھرانے کے سنی مسلم 27 سالہ قد 5'-10" تعلیم B.Tech ماہانہ آمدنی 4 to 5Lakhs معیاری Businessman لڑکے کیلئے کسی بھی خوبصورت ہونہار Professional /Grad یا Inter, Alim, Hafiz لڑکی Property Holder کو ترجیح
No Demands
Ph : 7416910260 (WA)
7032396001

ارجنٹ رشتہ
B.Tech/MS Dubai لڑکا
اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے سنی مسلم 27 سالہ قد 5'-10" تعلیم B.Tech/MS ملازم Govt in دبئی ماہانہ آمدنی 6,5Lakhs Employee ہولڈر Well Settled لڑکے کیلئے Any Professional /Grad خوبصورت صوم وصلوٰۃ کی پابند دیندار لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے Own Flat لڑکا
No Demands Most Urgent
Ph : 9381575066 (WA)
8019121492

NRI بزنس مین MBA لڑکا
5'-10" عمر 34 سال قد MBA ... Tall ... خوبصورت جاب
W.A / Call: 96424 99059

BRIDE WANTED URGENT
Mehdipatnam, Andhra Sunni Muslim Boy 35Yrs., Ht: 5-6, B.Tech (Dis), Working in College, Seeking Girl Below 28 yrs, Ht: 5-5, Simple & Religious Mind. Ungently Send Bio-data & Photo.
Cont .9494341796
9000402215-7382543632

ارجنٹ رشتہ Makkah Shareef BE/MBA لڑکا
دیندار گھرانے کے سنی مسلم 28 سالہ قد 5'-10" تعلیم Makkah BE/MBA ملازم Shareef Well Settled ہولڈر Inter Hafiz, Alim, Any Professional/Grad Property Holder
No Demands Most Urgent
Ph : 9652426036 (WA)
7386718463

فوری ضرورت رشتہ لڑکا
نکاح ... B.Pharmacy ... ترجیح
9059732893/7396695300

Urgent UK Boy
SMP invites alliance for thier son age 29yrs, ht:5'-10", Fair and handsome, Qulification B.E, Double Masters in UK, Skilled worker visa and own house. Looking for girl, the desired bride should be any Graduate/PG V.Fair, Slim, beautiful, ht: 5'-4" & above, age below 29yrs, from religious, decent family. Agents Excuse.
C/W: 6302480490.

GRADUATE BOY
Sunni Muslim Boy Fair, 30Yrs., Ht:5-9 Graduate Working in Amazon. Looking for Very Fair Beautiful Girl Ht: Minimum 5-4, Minimum Graduate. No Other Demands.
88011 72045

VERY VERY URGENT US CITIZEN BOY
SMP invites alliance for their Son, 28 yrs., ht.5'10", MBA, US Citizen, well settled, working. Seeking Girl age between 19-23 yrs., from BA/ B.Com/ B.Sc/ BE/ B.Tech/ MBBS/ MBA Professionals from respectable & well educated family background. B1/ B2/ H1/H2 visa holder Girl can also contact.
W/A: +1-347-992-1065
nasreensugar@gmail.com

ضرورت رشتہ کینیڈین سیٹیزن لڑکا
حیدرآباد کی سنی مسلم 29 سالہ ... کینیڈین سیٹیزن ... Graduate/ Post Graduate/ BDS/ Pharm-D/ B.Pharm ...
Call & W/A: 7794094982
W/A: +1-647-570-1190

ارجنٹ رشتہ B.Tech/MS USA Green Card Holder لڑکا
معزز معیاری گھرانے کے سنی مسلم 27 سالہ قد 5'-10" تعلیم B.Tech/MS ملازم USA ماہانہ آمدنی 7 Lakhs Green Card ہولڈر Well Settled کیلئے Any Dr/Engg/PG/Grad خوبصورت لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔
No Demands Most Urgent
Ph : 6303873474 (WA)
9581787698

ادارہ پیامات
آن لائن فری رشتے
10am to 5pm
6305313102

رشتوں کا آمنے سامنے پروگرام
... 13 ... الفافنکشن ہال
9908849123,9966017176,9110779077
mediaplusgroup.in

GHAR SANSAR MARRIAGE BUREAU
گھر سنسار ادارہ پیامات
"ALHAMDULILLAH. SINCE 1993. HYDERABAD, SECUNDERABAD'S MOST TRUSTED MUSLIM MATRIMONY PROVIDES YOU WITH THOUSANDS OF VERIFIED DECENT EDUCATED, JOB HOLDERS AND BUSINESSMAN'S, FAMILY PROFILES. WE HAVE ENGINEERS, DOCTORS, M.S. PR HOLDERS, BUSINESSMEN'S, MBA, OTHER PROFESSIONAL FIELDS. SSC, INTER, GRADUATES, ALIM, & HAFIZ FROM HYDERABAD, TELANGANA, GULF AND WESTERN COUNTRIES. FOR URGENT, UNMARRIED, LATE AND REMARRIAGE PROFILES ALSO AVAILABLE."
Online Service Available
MALAKPET: 9391519208
Pillar No.1421: 9295853908

MILAN MARRIAGE BUREAU
... SSC ... MD ... PG ...
Since 2009
Online service available
Aqade Sani ke Rishte bhi Moujood hai
7207857484

Free Matrimonial Group For Our Brothers & Sisters
MFA MUSLIM MATRIMONIAL GROUP
Dallas, Texas, Based Serving Muslims in India, USA, Canada, GCC, Strictly No Agents, No Mushaida, Please Join in Our WhatsApp Group
+1(469)918-4372
Only Whatsapp, No Calls Please
Https://mfaunited.org/

اسٹاف نرس کی مزید 272 جائیدادوں پر تقررات کو منظوری
حیدرآباد۔ 12 اکتوبر (منصف نیوز ڈیسک) ڈائرکٹر انشورنس میڈیکل سرویس میں اسٹاف نرس کی اضافی 272 جائیدادوں پر تقررات کیلئے تلنگانہ اسٹیٹ میڈیکل اینڈ ہیلتھ سرویس ریکروٹمنٹ بورڈ نے جمعہ کو تازہ اعلامیہ جاری کیا ہے۔ بورڈ نے گزشتہ ماہ 9 ستمبر میں اسٹاف نرس کی 2050 جائیدادوں پر تقررات کے لئے اعلامیہ جاری کیا تھا۔ اب جملہ اسٹاف نرس کی تقررات کی تعداد بڑھ کر 2322 ہوگئی۔ اسٹاف نرس کی جائیدادوں کے لئے آن لائن درخواستوں کے داخلہ کا عمل 28 ستمبر سے شروع ہوچکا ہے۔

ضرورت رشتہ لڑکی

رشتہ برائے B.Com لڑکی
سنی مسلم لڑکی عمر 36 سال قد 5'6" تعلیم B.Com کمپیوٹر ... Well Settled ... Slim ...
W/P: 6281756690

ڈاکٹر لڑکی کیلئے رشتہ مطلوب ہے
Whatsapp No: 9032377061

M.A. B.Ed BRIDE
Sunni Muslim Ht.5.4, colour fair looking for groom god family well settled in India or abroad well educated family status and well businessman not more than age 32 to 39.
8919896641
+966537697812

MBA GIRL
SMP Seeks Alliance for their MBA Daughter, IT Professional age 27 yrs., Ht: 5-3, Colour V.Fair, Beautiful, Boy Should be a Professional Graduate or PG, Well Settled. Should be from a Decent Family Background. Send Details to:
8121103551

رشتہ B.Com لڑکی کیلئے
سنی مسلم لڑکی عمر 27 سال قد 5-6 تعلیم B.Com ... Well Settled ...
W.App: 8555880909-8125926786

ضرورت رشتہ MBA لڑکی
سنی مسلم ... عمر 23 سال قد 5-6 MBA ... Well Settled ...
9985909192-7989483853

ضرورت رشتہ لڑکی
سنی مسلم 24 سالہ قد 5'5" تعلیم Masters from ... B.Sc ... Health Care USA ...
8522864601,C/W:+1(216)3131972

URGENT MBA GIRL
SMP Invite Alliance for Daughter, 31 Yrs, 5-1, MBA, Hijabi. Looking for Educated & Settled Graduate/PG Boy Working in Hyd, Age 31-35, Decent Religious Family. Simple Nikah, 1st Marriage only. Dargah Fateha Plz Excuse.
Cont./W: 9121880713

ضرورت رشتہ MBBS لڑکی
MBBS ... 23 سال ... MD ... Fair ...
6AM to 9PM
Call/W/Ap: 9246501634

رشتہ B.Ed, MBA لڑکی
... 30 سال قد 5 فٹ ...
cont: 9963 756 624

Matrimonial Doctor Girl
S M Parent seeks for their MBBS GIRL, 5.6, 23yrs, USMLE aspirant suitably with well settled PG/IIT Engg or Doctor(USA, UK/PR) boy of practicing islamic family preferably below age 28.
WhatsApp No
7207885282

Matrimonial Doctor Girl
SM parents invite alliance for their daughter age 21 years 5'3" MBBS (final year) fair and good looking. Looking for MBBS/MD BS/MS groom Employed in India or Abroad.
Ph : 8121946752

ارجنٹ رشتہ V.Beautiful CA(Dubai) لڑکی
... Slim V.Fair ... Any Engg/MBA/ ... Well Settled ... PG/Grad ...
Most Urgent
9381565044/7416810636

ضرورت رشتہ V.Beautiful MSc Nutrition(Saudi Born) لڑکی
... MSc ... Nutrition ... Any MS/ Engg/ MBA/ ... Well Settled ... Grad ...
(Most Urgent)
9160504393/7416810618

متفرق اشتہارات

S.A.M Educational Academy
We Provide Home Tuitions for all Classes with Exp. Teachers. Learn Spoken Telugu & Coaching for all Competitive Exams online/ Offline. WA:6302463240

Hyderabad Aviation
Study Circle. Career Based Guidance to Become A Pilot to Fly Domestic & International Cariers. Cont: 9848022364

LIMRA CATERERS
LIMRA کیٹررس ...
9849439514-9908682006

دعوت ڈور آنہ گھر کیلئے نمبر 1 چاول
Rs:100 ... Rs:54,58 ... G.Drop Tin Rs:1540/Rs:40 ...
Chaaush Rice Bazar(Free Home delivery)
Santosh Ngr Water Tnk. 9885128085

WORK FROM HOME
Job Work from Home with Commission Basis, Male / Female, No age limit, No Qualification Req. 9491017106

D & D Construction
We undertaken all types of construction House, Apartments and Industrial Shed very reasonable rates. 7978509880 Off:04031633690

Noor Welding Work
GATES, GRILL, SHADES, SLIDING DOOR, WINDOWS, PARTITION, PVC, UPVC, All Wedding Work, HOMESERVICE
Ph : 6305786253

اماجان انٹیریر کنسٹرکشن
... POP ... Water Proffing ...
9949346029

PUBLIC NOTICE
The public at large is being informed that our client Smt. Shameem Banu W/O. MR. Ashfaque Ansari is about to purchase an open plot from Smt. Syeda Atiya Tayyaba W/o. Aijaz Mohiuddin Waseem, bearing No. 2/P (South Part), IN SY.NO. 27/ ©, SITUATED AT NEKNAMPUR VILLAGE, UNDER MANIKONDA MUNICIPALITY, GANDIPET, RR DIST. T.G. Sale deed No 10813/2021, SRO Gandipet. Size 148 Sq. Yds. If any Bank, Individual company or individual has any interest lien of any other claim including ancestral claim please come to our office with relevant documents or WhatsApp us or phone us within one week. If nobody approaches us within a weeks time then our client will go ahead with the registration of the same as a Bonafede purchaser, and no claims will be entertained in the future. SYED NAZIM, S. MUSAB R. HASHMI, ADVOCATES.
Phone: 9985078786, 7995899998, 8142421324
12-7-762/1, GF Third Shutter, Masjid Lane, Opp. Post Office, Ghansibazar, Opp Gate No6, High Court of Telangana, Hyderabad, 500066, T.G.

عقد ثانی رشتے

ضرورت رشتہ عقد ثانی شخص کیلئے
سنی مسلم عقد ثانی شخص عمر 45 سال ذاتی کاروبار ...
7382057634

ارجنٹ رشتہ عقد ثانی
... Shops ... Bodhan ...
9848397786-9642730485

V.V ارجنٹ رشتہ عقد ثانی لڑکی
... 31 ... 5'5" ... SSC ...
Call No: 7416343587

بس روک کر آدھا رجیک کرنے پر مسافرین کی برہمی
حیدرآباد 12 اکتوبر (یو این آئی) بس روک کر خواتین نے کنڈکٹر برہمی کا اظہار کیا۔ تلنگانہ میں آر ٹی سی بسوں میں مفت سفر کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کیلئے آدھار کارڈس دکھانا خواتین کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے ...

ضرورت ہے

استاذ کی ضرورت ہے
شہر کے دینی مدرسہ کیلئے تجربہ کار استاذ کی ضرورت ہے ...
9642155743

ڈرائیور کی ضرورت ہے
50 سالہ ... Automatic Cars ...
9849090159

فوری ضرورت ہے
...
9700528251 8-7036059406

ضرورت ہے میڈیکل شاپ میں
Experience 5 to 10 ... Timing 2PM to 2PM (Night) Salary ... 20,000/- Al Madina Medical Store
9346387284/9398637610 Mehdipatnam

ضرورت ہے
M.N.Function hall ...
9160452838-9912914451

Urgently Required
Experienced Cashier Cum Accountant/ Accountant and Sales Boy for Sona Ladies and Girls Wear Abids.
Ph:8247408323-9989491586

خادمہ کی ضرورت ہے
معین باغ میں گھر کے تمام کام کے لئے خادمہ کی ضرورت ہے۔
Ph : 9392767828

ضرورت سیلسمین
...
Ph:9849251910

فوری ضرورت ہے
... TATA ACE (2) ...
9246548764

WANTED DENTAL DOCTOR, NURSES, RECEPTIONIST
Qualified Nurses, Lady Dental Doctor & Receptionist with Computer Knowledge of 3 to 4 Yrs of Experiece Required for a Multi Speciality Hospital at Chandrayangutta.
W.App CV: 9849251570

WANTED
Baby Sitter/ Househelp Required For a 2n half year old. Pls Contact:
7842815738

URGENT WANTED
ٹولی چوکی علاقہ میں واچمین کی فوری ضرورت ہے۔ ربط کریں
8919128445

WANTED
Experienced Manager / Munchi for Banquet Hall At Tolichowki. Contact:
9347134944

Wanted
Seeking qualified A/C Technicians & Helpers to work full-time.
9246597313
9642541893

فوری ضرورت
...
9246393131/9160471488

WANTED WATCHMAN
Required Watchman for apartment @ shastripuram colony.
Cont:7674978308

Educated لیڈی ٹیچرس Qualification B.Com ... Calling or Talking ki Knowledge
Time 12 clock to ...
Evening 8 clock. Address Old City.
Contact:9063757118

کرایہ / رہن / لیز

HOTEL FOR RENT
چالو حالت میں ہوٹل معہ فرنیچر کے ساتھ ...
Shaheen nagar venkatapur 9398953548

FLAT FOR RENT
2BHK Flat at Lakdikapul available For Rent Contact:
8374207408-9985990512

مکان رہن پر
...
9100880198 With out Possition

مکان کرایہ پر حاصل کریں 2BHK
8801857625

FLAT FOR RENT
2BHK Flat & Drawing Room on 3rd Floor at Azampura Opp. Firdose Hotel 9948640607

COMMERCIAL SPACE FOR RENT
1st Floor 3300 Sq. Feet with Ground Floor Shop 400 Sqft. Suitable for Bank, Hospitals, Diagnostic Centre, Showroom, Colleges etc. At Bahadurpura, Tadbun, Near Bismillah Hotels.
9951114286
9848390494

COMMERCIAL SPACE PRIME LOCATION FOR LEASE
2000 Sqft first floor complete & 2000 Sqft second floor complete Road facing elevation, Suitable for diagnostic labs, Banquet Hall, corporate office, call center, branded showrooms Main Road, Opp. Omer hotel, Chandrayangutta.
Cont. 8143330427, 8686614148

HOUSES FOR RENT
1) First Floor 3BHK, Mumtaz Bagh, Patel Nagar Near S.G Functional Hall, Bandlaguda, (2) Ground Floor 2BHK, Asbestos Mohammad Nagar, Bandlaguda Contact No.
9703249242-7569918362

تعاون کی اپیل

تعمیر مسجد کیلئے تعاون کی اپیل
GPay:8121481616, 9391028287
A/C.No.110167276375, IFSC:CNRB0001825

یتیم بچوں کیلئے راشن کی ارجنٹ ضرورت ہے
G.Pay:9440483881

مساجد میں بورویل کی ارجنٹ اپیل
9833321624/9000467924

یتیم خانہ دارالقرآن کے واسطے راشن کی اپیل
9502024312/9550291624

اپیل تعاون برائے خریدی زمین مسجد
7013819862

یتیم خانہ کے بچوں کے کچن کیلئے چاول کی ضرورت ہے
G.Pay: 9505010543/8179135339

غریب ویتیم طلبہ کیلئے راشن کی ضرورت
9542438894

مسلم نوجوانوں کو گمراہی سے بچانے نظام آباد میں 2 روزہ ورکشاپ
نظام آباد 12 اکتوبر (منصف نیوز بیورو) تحفظ ختم نبوت ...

برائے فروخت

Plots For Sale Just Rs.3900/ Pers Sqyds
Excellent Investment Opportunity near Manneguda Bijapur Highway Gated Ventures Plots Precast Boundaries Near RRR Suitable for Farmhouse 100% Clear Title & Spot Registry.
7093805420/7674041819

HOUSE FOR SALE
313 Sq.yds Corner W&N Plot With Old House 2Sides Road. Gudimalkapur Mehdipatnam, Clear Title Immediat Regi.
9848015366/9391008292

PLOTS FOR SALE
In Developing Warangal H/W, BB Nagar Town, nr. AIMS, HMDA & RERA Approved, open Plots. Gated, All Dev. Spot Reg. BankLoan, Free site visit. 9912357546

FOR SALE
MULGI G+1, 865sq.ft main road Kishan Bagh, rental income 37,000/- P.M, And BUILDING 50 sq.yrds G+3+Pent House, rental income 35,000/-, expected price 70 Lakhs, Kishan Bagh, Opp. Vahid Peer Dargha, Hyderabad.
9291310131

مکان برائے فروخت
100 گز کا مکان ...
9182646800/7382643972

PLOTS FOR SALE
JUST Rs: 5500/- PER SQYARD
NEAR: SHADNAGAR BUS DEPOT, CLOSE TO RESIDENTIAL AREA WITH INSTALMENTS FACILITIES. CLEAR TITLE SPOT REGISTRATION
9346344453

PLOT FOR SALE
Urgent Plot 20yrs Regd Documents with boundary 21x33 East Facing Main Road DRDL @ 49 Lakh (Fixed) Loan Available. Ph: 9490110284

FLAT FOR SALE
3BHK 1460 Sft. 3rd Floor East Facing, 56 Sqyrds. UDS Semi Furnished Flat 17 Yrs. Old Building. Lift Available. 120 Sft. Car Parking. Near Azam's Hospital, Redhills
8008500110-8886550293

پلاٹ برائے فروخت
Kings ... 305 گز ...
9394562895

PLOTS FOR SALE HAYATH NAGAR
Pigilipur Swagruha Estate 400, & 200 Sq. Yards LRS paid Grampanchayat Layout.
Note: No Hydraa No FTL. Contact
6305633850

HOUSE FOR SALE
G+1 Independent House For Sale. Area: 141 Sq.Yds, 3 Bedrooms, 4 Bathrooms, Two Hall, Two Kitchen, Two Miscellaneous Room, Storeroom & Car Parking With All Amenities is for Sale Located Near Qutub Shahi Masjid, Habeeb Nagar, Mallepally. (Brokers and Agents Excuse)
9989778622
9989328990

FLAT for SALE IAS COLONY Tolichowki
2BHK, Top Floor, Double side road facing, Registered & Tax paying Flat with rental income 15,000/- per month.
8142471108
8121805037

NEW 2BHK FLAT SALE KALADERA MALAKPET
NEWLY CONSTRUCTED READY TO OCCUPY 2BHK 1000 SQFT ON 4th FLOOR WITH CAR PARKING @ KALADERA MAIN ROAD
BESIDE ADAMS SCHOOL, MALAKPET FOR SALE
9866492850

FLAT FOR SALE
2BHK, 1170 Sft on 2nd floor. 3BHK, 1287 Sft on 4th floor with GHMC permission near Masjid-e-Judi, KINGKOTI.
9160527717, 7032359425

شاندار پلاٹس برائے فروخت
... HMDA ... HYDRA ... 14,500/- 6,500/- ...
9396677876

FLAT FOR SALE SAMTHA COLONY TOLICHOWKI
2BHK 5TH FLOOR SEMI FURNISHED FLAT REGISTERED & TAX PAY FLAT IS VACANT READY TO MOVE 24 HRS WATER LIFT.
7075392072/7675906828

OPEN PLOTS FOR SALE At SHAMSHABAD
Price 5500/- and 9000/- Per Sq Yard Just 8kms from Shamshabad city outer ring road, clear title Spot registration.
9618098811

HOUSE FOR SALE G+1
@MERAJ COLONY, TOLICHOWKI, 105SQ.YARDS, 2BHK ON BOTH FLOORS, WITH REGISTERED DOCUMENTS AND TAX PAID, BOTH MUNICIPAL AND BOREWATER (RENTAL INCOME 28K PER MONTH)
Ph : 8074675768

OPEN VILLA PLOTS @ JP DARGAH & KOTHUR
HMDA & RERA Approved VILLA PLOTS Available. For Spot Registration
Call: 9908623214

رجسٹرڈ شاندار پلاٹ برائے فروخت
Hyderal FTL/Buffer Zone ...
... 240, 260 ... 22,000/- ...
9391588081, 9010155860

فلیٹس اور مکانات برائے فروخت
3BHK ... 3BHK ... 3BHK ...
7989931089

PLOT FOR SALE SHASTRIPURAM KINGS COLONY 222 SQ.YARD
9885317869

Independent House for Sale
100 sq. yards G+1 Registered house, clear Title, 5 Bedrooms, 2 Halls, 2 Kitchens, 5 Bathrooms, Car parking with all Facilities. Misriguni near Dargah Hzrt. Abdullah Shah Sahab Qibla RH.
Contact: 6304774874

رام چرن کی فلم گیم چینجر سنکرانتی پر ریلیز ہوگی!
حیدرآباد۔ 12 اکتوبر (یو این آئی) جنوبی ہند کے معروف فلم اداکار رام چرن کی فلم گیم چینجر اگلے سال سنکرانتی کے موقع پر ریلیز ہوسکتی ہے ... گیم چینجر ... 2025 ...

قارئین ومشتہرین کیلئے اطلاع: ادارہ مشتہرین کو یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ شادی بیاہ، انتقال، گمشدہ وغیرہ اشتہارات کیلئے مشتہرین کی جانب سے جو عبارت فراہم کی جاتی ہے اسی عبارت کی اشاعت عمل میں لاتا ہے۔ جس کے لئے ادارہ کسی بھی طرح ذمہ دار نہیں ہے۔ (ادارہ)
انتباہ: قارئین کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کسی بھی اشتہار پر عمل کرنے سے قبل مکمل طور پر موزوں مناسب تحقیقات کریں۔ اخبار ہذا دلہن / دولہا کے موقف آمدنی وغیرہ کی تفصیلات کے تعلق سے مشتہرین کی جانب سے پیش کردہ ادعاجات اور بیانات کی تصدیق و توثیق نہیں کرتا ہے۔ "شریک زندگی کا انتخاب کرتے وقت ہر ایک شخص مستقبل میں ہونے والے اس کے مولودوں میں کسی بھی نوعیت کی جنسی بدنظمی کی روک تھام کیلئے 'میڈیکل اسکریننگ' بھی کرسکتا ہے۔"